

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

18 تا 24 ربیع الاول 1432ھ / 22 تا 28 فروری 2011ء

بے یقینی

ہمارے معاشرے میں معتد بہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو بھگت اللہ شعوری سطح پر جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ دونوں سے بچے ہوئے ہیں، لیکن ان کی بیماری ایک تیسری نوع کی بیماری ہے اور وہ ہے بے یقینی کی بیماری۔ یعنی مثبت طور پر جو یقین ہونا چاہیے انہیں وہ میسر نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محض منفی چیزوں سے اگر آپ نے خود کو بچا بھی لیا تو اس سے آپ کے اخلاق و کردار پر اور آپ کی زندگی کے رخ پر کوئی فیصلہ کن اثر مرتب نہیں ہو سکتا جب تک کہ مثبت طور پر یقین نہ ہو۔ سورۃ الحجرات کی آیت 14 کے درس کے ضمن میں نہیں نفاق اور ایمان کے بارے میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ان دونوں کو یوں سمجھئے کہ نفاق ایک منفی قدر (minus value) ہے اور ایمان ایک مثبت قدر (plus value) ہے۔ پھر اس مثبت قدر میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا ہے۔ ایک میرا اور آپ کا ایمان ہے ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، عشرہ مبشرہ اور بالخصوص انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان ہے۔ تو یوں سمجھ لیجئے کہ یہ معاملہ لامحدود درجے (plus infinity) تک چلتا جائے گا۔ اسی طرح نفاق کا معاملہ ہے۔ اس کا ایک نقطہ آغاز بھی ہے اور اس کا تیسرا درجہ بھی ہے جہاں پہنچ کر یہ ٹی بی کے مرض کی طرح لا علاج ہو جاتا ہے۔ نفاق اور ایمان کے مابین ایک اور مقام ہے جسے میں ”zero level“ سے تعبیر کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں بے یقینی کا شمار طبقے کی اکثریت اسی سطح پر کھڑی ہے۔ یعنی کوئی منفی چیز بھی نہیں ہے نہ جاہلیت قدیمہ ہے نہ جاہلیت جدیدہ کم از کم شعوری سطح پر نہیں ہے لیکن مثبت طور پر یقین محکم والا ایمان بھی نہیں ہے اور اس کی طرف کوئی پیش قدمی بھی نہیں ہو رہی۔ تو ضرورت اسی یقین محکم والے ایمان کی ہے جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

یقین پیدا کر اے ناداں یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

جہاد بالقرآن اور اس کے پانچ محاذ
ڈاکٹر اسرار احمد



اس شمارے میں

ٹوٹی ہوئی غلامی کی زنجیریں

رسول اللہ ﷺ کی رحمتہ للعالمین کے مظاہر

غلبہ دین کی جدوجہد: ایک مستقل سنت

امتحان زندگی اور معرکہ خیر و بشر

کیا انہوں نے ”یوم اوباشی“ منایا؟

جانِ مسلم کا احترام

عاشق وہ بھی تھے، عاشق ہم بھی ہیں

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورة التوبة

(آیات: 94، 95)



ڈاکٹر اسرار احمد

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
وَرَسُولُهُ لَمَّا تُؤَدُّونَ إِلَى عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ سَيُخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا
عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجِسٌ وَمَا وَهُمْ بِجَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

”جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے۔ تم کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے ہم کو تمہارے (سب) حالات بتا دیئے ہیں۔ اور ابھی اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو (اور) دیکھیں گے پھر تم غائب و حاضر کے جاننے والے (خدائے واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو عمل تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔ جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے رب و اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ سوان کی طرف التفات نہ کرنا یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے رہے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔“

”يعتذرون“ فعل مضارع ہے۔ اس کا معنی حال میں بھی ہے یعنی ”وہ بہانے بنا رہے ہیں“۔ اور مستقبل میں بھی یعنی ”وہ بہانے بنائیں گے“۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ آیات تبوک سے واپسی پر دوران سفر نازل ہوئی ہوں۔ اس امکان کے پیش نظر ترجمہ مستقبل کے حوالے سے ہوگا۔ یعنی ”بہانے بنائیں گے وہ لوگ جن کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔“ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدینے واپس تشریف لانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہوں۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا ”بہانے بنا رہے ہیں تمہارے پاس آ کر وہ لوگ کہ جن کے پاس تم آ گئے ہو لوٹ کر۔“ تو یہ دونوں ترجمے ہو سکتے ہیں۔ تبوک پر جانے سے پہلے تو معاملہ یہ تھا کہ حضور ﷺ اپنی شرافت اور مروت کے تحت ہر کسی کا عذر قبول کر رہے تھے۔ مگر اب صورت حال بدل چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے اندر چھپا ہوا تھا وہ بھی کھول کر بیان کر دیا تھا۔ آپ کو فرمایا جا رہا ہے کہ اب آپ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دیجیے کہ اب بہانے مت بناؤ۔ اب ہم تمہاری بات ہرگز نہیں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں اور کیفیتوں پر ہمیں مطلع کر دیا ہے۔ اب مستقبل قریب میں اللہ تمہارے عمل کو دیکھے گا اور اس کے رسول ﷺ بھی دیکھیں گے کہ آئندہ تمہارا رویہ کیسا ہوتا ہے۔ پھر تمہیں اس ہستی کی طرف لوٹنا دیا جائے گا جو کھلے اور چھپے کو جاننے والی ہے۔ پھر وہ تمہیں بتلا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے یعنی واپس مدینہ پہنچو گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر (اپنے عذر پیش کریں گے) تاکہ مسلمان ان کو چھوڑ دیں، کچھ باز پرس نہ کریں اور سزا نہ دیں۔ ٹھیک ہے، ان سے اعراض کیجیے اور رخ پھیر لیجیے۔ یقیناً یہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ اس کمائی کا بدلہ ہے جو انہوں نے کی۔

لذتوں کو کاٹنے والی کو یاد کرو

فرمان نبوی

پرہیز محمد رسول جنتی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَكْثَرُ مَا ذُكِرَ فِيهَا ذِمَّ اللَّذَّاتِ)) (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لذتوں کو کاٹنے والی کو بہت یاد کرو۔“

تشریح: یہ بات تمہارے ذہن سے اوجھل نہ ہو جائے کہ ایک دن مرنا ہے۔ بیوی، بچوں، مال، جائیداد اور کاروبار کو چھوڑ کر جانا ہے۔ دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپی بہاروں کو خیر باد کہہ کر قبر کی آغوش میں پہنچنا ہے۔ موت کی بے رحم اور ان دیکھی تلوار بہت جلد تمہیں اس سارے سرو سامان سے جدا کر کے رکھ دے گی جسے تم اپنے آرام، لذت اور آسائش کے لیے مہیا کرتے رہے ہو۔ تنہائی میں تمہارے شعور کو موت کا احساس ہونا چاہیے اور ملنے جلنے والوں سے بھی اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آدمی مر کر دنیا کی مادی اور جسمانی راحتوں اور لذتوں سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ موت کو بار بار اور کثرت سے یاد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان بے لگام نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور اس کے لیے راہ راست پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

ٹوٹی ہوئی غلامی کی زنجیریں

قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات اور لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد آج تک پاکستان کی تمام حکومتیں چاہے وہ سیاست دانوں کی نام نہاد جمہوری حکومتیں تھیں یا سول اور ملٹری اسٹیبلشمنٹ کی حکومتیں، ان سب کی کارکردگی کا اگر بظہر غائر جائزہ لیا جائے، خصوصاً ان کی اقتصادی اور خارجی پالیسیوں کی چھان پھنگ کی جائے تو ہر غیر جانبدار تجزیہ کار اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ سب ایک ایسی انجمن کے مخلص کارکن تھے اور ہیں جسے بلا جھجک اور بلاتامل ”انجمن غلامان امریکہ“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ بعض تجزیہ کار تو لیاقت علی خان کو بھی ان ہی میں سے شمار کرتے ہیں لیکن ہماری رائے میں قرارداد مقاصد کی اسمبلی سے منظوری ان کا ایسا کارنامہ تھا جسے امریکہ سے ضرورت سے زیادہ گہرے اور ناجائز تعلقات رکھنے والا لیڈر سرانجام نہیں دے سکتا تھا اور شاید ان کی یہی گستاخی ان کی شہادت کا باعث بنی۔ باقی تمام سیاسی اور فوجی حکمرانوں کا معاملہ یہ رہا کہ کسی نے غلامی کے قلاوے کو اپنی گردن میں زیادہ کس لیا اور کسی نے کچھ کم، بہر حال کمی بیشی کے ساتھ یہ غلامی تھی اور ہے۔

اس غلامی کے عوض جو دام وصول ہوتے تھے ان کا کثیر حصہ بھی ان حکمرانوں کی جیبوں میں بلا واسطہ اور بالواسطہ جاتا تھا۔ لہذا عوام کی محرومیاں بڑھتی چلی گئیں۔ اس حرام مال نے حکمرانوں (سیاسی و فوجی) کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہوئی ہے۔ ان کی غیرت و حمیت ڈال کر تیار کردہ پختا میں جل کر راکھ ہو چکی ہے۔ امریکہ اور یورپ میں بنائی گئی جائیدادیں ان کے پاؤں کی زنجیر بن چکی ہیں۔ ان کی گردن میں پڑا ہوا کنگول اتنا بھاری ہو چکا ہے کہ اس سے ان کی ٹھوڑیاں بھی جکڑی جا چکی ہیں اور وہ سر اٹھانا ناممکن سمجھ رہے ہیں۔ اور اب تو وہ اپنی عزت کی نیلامی بڑی قلیل قیمت اور معمولی مراعات کے عوض کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ عوام تھوڑا بہت ”بھونک“ تو ضرور لیا کریں لیکن ان کا اور ہمارا آقا جو ہڈیاں ان کی طرف پھینکے اُس پر اظہار تشکر بھی کیا کریں۔ بھونکنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ کہیں بالآخر بالکل فری سروس کی نوبت نہ آجائے۔ سچ پوچھئے تو عوام میں سے بھی مراعات یافتہ ایک قلیل طبقہ عوضانے کے طور پر امریکہ کی خدمت کا قائل ہو چکا ہے لیکن عوام کی عظیم اکثریت امریکہ سے شدید نفرت کرتی ہے۔ اور اس نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ایسے میں ریمینڈ ڈیوس نامی ایک انسان نما امریکی درندے نے دو پاکستانی شہریوں کو بے دردی سے دن دیہاڑے ہلاک کر دیا اور تیسرے شہری کو اُس کی مدد کو آنے والی امریکی قونصلیٹ کی گاڑی نے لاہور کے گنجان ترین علاقے مزنگ چوگی میں ون وے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کچل کر ہلاک کر ڈالا۔ عوام نے اس امریکی قاتل کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ زرداری حکومت جو امریکی غلامی میں سب پر بازی لے گئی ہے، اُس نے واردات کے فوری بعد امریکہ کو یقین دہانی کرا دی کہ قاتل کو جلد ہی آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ واردات کے نصف گھنٹہ بعد ہی ایس پی لاہور سیکورٹی کو بھی الہام ہو گیا کہ مقتولین ڈاکو تھے اور ریمینڈ نے یہ دہرا قتل اپنے دفاع میں کیا ہے۔ اس پر عوام کا شدید رد عمل سامنے آیا۔ حکومت پنجاب نے تو حالات اور عوام کے تیور کا اندازہ کر کے جلد ہی ٹرن لیا اور قتل کا مقدمہ درج کر لیا لیکن وفاقی حکومت کا ریمینڈ کی رہائی کے لیے اضطراب اور بے چینی دیدنی تھی۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ ایوان صدر اور وزیر اعظم کا بس نہیں چل رہا وگرنہ قاتل کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر صدر زرداری خودوا شنگلشن حاضر ہو جاتے اور دست بستہ اپنے اُس جملے کو دہراتے ہوئے جو انہوں نے ڈرون حملوں کے نتیجے میں ہلاک ہونے والے معصوم پاکستانیوں کے بارے میں امریکیوں کو کہا تھا کہ ان ہلاکتوں کی آپ کو پروا ہوگی مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

اس موقع پر ہم یہ کہنا انصاف کا تقاضا سمجھتے ہیں کہ وہ الیکٹرانک میڈیا جو مذہبی اور دینی جماعتوں سے سو قیانہ سلوک کرتا ہے اور جو اس وقت لبرل ازم کا ترجمان بنا ہوا ہے اُس نے بھی اس مسئلہ پر امریکہ کے خلاف

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

لاہور

ہفت روزہ

غلامی خلافت

18 تا 24 ربیع الاول 1432ھ جلد 20

22 تا 28 فروری 2011ء، شمارہ 8

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67- اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000

فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241

E-Mail: markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36- کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 12 روپے

سالانہ زر تعاون

اندرون ملک.....450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا.....(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال

کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جوڑ لیں تو غلامی کی زنجیریں ٹوٹ سکتی ہیں۔ آج بھی فرعونی لشکر دریا میں غرق ہو سکتا ہے۔ فضائے بدر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی فرشتے قطار اندر قطار ہماری مدد کو اتر سکتے ہیں۔ انجمن غلامان امریکہ کی کشتی بھنور میں پھنس چکی ہے۔ غرق ہو جانا اس کا مقدر ہے لیکن ان سے آزادی حاصل کر کے اگر ہم نے اللہ کی غلامی اختیار نہ کی تو کوئی اور جھوٹا آقا ہمارے سروں پر مسلط ہو جائے گا۔ مشتری ہوشیار باش — ایمان، اتحاد، خلوص، محنت اور عزم مصمم کی ضرورت ہے ہمیں غلامی کی یہ زنجیریں ٹوٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان شاء اللہ

فضا ہموار کرنے میں شاندار کردار ادا کیا ہے۔ ہمارا دین ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تمہارا بدترین دشمن بھی اگر اچھا کام کرے تو اُس کی تعریف اور تحسین کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ لہذا ہم الیکٹرانک میڈیا کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ اُس نے عوام کو حقائق سے آگاہ کیا بلکہ انہیں آمادہ اور تیار کیا کہ وہ حکومت کے راستے کی دیوار بن جائیں، اُسے باور کروادیں کہ اگر پاکستانیوں کے اس قاتل امریکی غنڈے کو امریکہ کے حوالے کیا گیا تو ہم حکومت کو بھی اس کے پیچھے پیچھے امریکہ بھجوادیں گے بلکہ زمین بُرد کر دیں گے۔

حافظ عاکف سعید

پریس ریلیز

خون کے بدلے خون کے قانون کے تحت ریمنڈ ڈیوس کو سزائے موت دی جائے

وفاقی کابینہ کی تشکیل نو پرانی شراب نئی بوتل میں پیش کرنے کے مترادف ہے

وزیر بدلنے سے نہیں، نیت اور کردار تبدیل کرنے سے خیر برآمد ہوگی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے کابینہ میں ردوبدل اور اُس کی رائٹ سائزنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ ایسی حکمران جماعت جو گڈ گورنس اور کرپشن کے حوالہ سے انتہائی بدنام ہو چکی ہے، اُس کے کچھ پرانے لوگوں کو کابینہ سے نکال دینا اور نئے لوگوں کو وزیر بنا دینا پرانی شراب نئی بوتلوں میں پیش کرنے کے مترادف ہے۔ وزیر اعظم کے اس بیان پر کہ پرانی کابینہ انتہائی اہل اور مختی تھی اور اپنے مشن کے حصول میں بڑی مخلص تھی، حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پھر ایسی نایاب ہستیوں کو کھود دینے کا کیا جواز تھا۔ انہیں کیوں فارغ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس پولیس تقیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ دو پاکستانیوں کے قاتل ریمنڈ ڈیوس نے اپنے دفاع میں گولیاں نہیں چلائی تھیں بلکہ اُس نے انہیں عمداً قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر عدالت بھی اسی نتیجے پر پہنچ جائے تو ایسے ظالم اور بد بخت انسان سے کسی قسم کی نرمی نہیں برتی جا چہ اور خون کے بدلے خون کے اصول کی بنیاد پر اس شخص کو موت کی سزا دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس حوالہ سے امریکی دباؤ کو قبول کرنا حکومت کے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ (پریس ریلیز: 11 فروری 2011ء)

ریمنڈ ڈیوس کی ممکنہ رہائی ملکی مفاد سے غداری ہوگی

پاکستان پیپلز پارٹی کی سیکرٹری اطلاعات فوزیہ وہاب کا یہ بیان کہ ریمنڈ ڈیوس کو سفارتی استثناء حاصل ہے، انتہائی شراکیزہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی روز اول سے اپنے آقا امریکہ کے اس نمائندے کو رہا کرنے کے حیلے بہانے ڈھونڈ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دو پاکستانیوں کے قاتل ریمنڈ ڈیوس کو یوں رہا کر دینا ملکی مفاد سے غداری ہے۔ اگر ریمنڈ ڈیوس کو رہا کیا گیا تو پاکستان میں تیونس اور مصر سے بڑھ کر عوامی احتجاج سامنے آئے گا۔ فوزیہ وہاب عدالت کے زیر سماعت کیس پر بیان بازی کے ذریعے توہین عدالت کی مرتکب ہوئی ہے۔ (پریس ریلیز: 14 فروری 2011ء)

بہر حال امریکہ نے ہر قسم کی دھمکی دی۔ مثلاً امداد بند ہو جائے گی، سفارتی تعلقات منقطع ہو جائیں گے، تجارت بند کر دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ایک کے بعد دوسرا امریکی اعلیٰ عہدیدار پاکستان آ رہا تھا یہاں تک کہ حکمرانوں کا محسن اعظم جان کیری بھی آیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بے غیرت حکومت تمام تر عوامی دباؤ کے باوجود اس کرائے کے قاتل کو سفارت کار کا درجہ دینے پر آمادہ ہو گئی۔ شنید یہ ہے کہ وزارت خارجہ نے وزارت قانون کو خط لکھ دیا۔ زرداری کے ناک کی بال فوزیہ وہاب نے بیان داغ دیا کہ قاتل سفارتی استثناء رکھتا ہے۔ ایسے موقع پر (بلا تشبیہ) اللہ نے آل فرعون میں سے ایک کا ضمیر زندہ کر دیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی بجلی بن کر حکومت کے خرمن پر گرا۔ اُس نے ڈیڑھ گھنٹہ کی طویل پریس کانفرنس کی جو تمام ٹی وی چینل نے براہ راست دکھائی۔ حالانکہ موصوف راندہ درگاہ ہو چکے تھے۔ اس نے حکومت کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ حکومت اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہوئی۔ لیکن حکومت ابھی حوصلہ نہیں ہاری۔ وہ حق غلامی کا فریضہ بھر پور طور پر انجام دینے پر اب بھی تکی ہوئی ہے۔ وہ ہر قیمت پر نمک خوری کا حق ادا کرنا چاہتی ہے۔ وقتی طور پر وہ جھوٹا سفارتی استثناء عدالت میں پیش کرنے سے تو باز رہی، لیکن اُس نے امریکی سینیٹر جان کیری کی خدمت عالیہ میں عرض کی ہے کہ وہ واپس جائیں اور ہمیں کچھ وقت دیا جائے کہ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کر سکیں۔ شنید یہ ہے کہ حکومت کو اب شریعت محمدی یاد آ گئی ہے۔ وہ مقتولین کے ورثا کو دیت وصول کرنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ دیت کی وصولی اور اُس کی محض ترغیب میں کوئی حرج نہیں لیکن اس میں حکومتی ذرائع یا جبر کا استعمال انتہائی غلط ہوگا۔

ہم قارئین بلکہ مسلمانان پاکستان کے سامنے یہ بات لانا چاہتے تھے کہ ایک بار پھر یہ ثابت ہو گیا کہ عوام اگر متحد ہو کر میدان میں نکل آئیں تو بڑی سے بڑی قوت کو شکست دے سکتے ہیں۔ ہم مسلمانان پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ پہلے مرحلے کے طور پر امریکہ کی غلامی سے کلیتاً آزاد ہونے کے لیے میدان میں نکل آئیں۔ انجمن غلامان امریکہ کے تمام ارکان کو انتباہ کریں کہ وہ غلامی کے قلاب سے گوردن سے اتار پھینکیں یا اُس انجام بد سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جائیں جو آزادی کے راستے میں آنے والی قوتوں کا بالآخر ہوتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب اسلام کا بدترین دشمن امریکہ ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا تو اسلامی نظام اور شریعت کے نفاذ کی بہت بڑی بلکہ صحیح تر الفاظ میں واحد رکاوٹ دور ہو جائے گی اور مسلمانان پاکستان کو وہ ہدف حاصل کرنے میں آسانی ہو جائے گی جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے لیے ذاتی طور پر اور نجی سطح پر اسلام کے دامن سے خود کو وابستہ کرنا ہوگا۔ اگر ہم اپنا رشتہ اللہ، رسول ﷺ اور قرآن سے

رسول اللہ ﷺ کی رحمت للعالمین کے مظاہر

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 11 فروری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ہے؟ اور اگر ہم آپ کے سچے امتی بنا چاہتے ہیں تو اللہ کے نزدیک اس کا معیار کیا ہے۔ سورۃ الاعراف کا یہ مقام بڑا عجیب ہے۔ بات کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ سے ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے گوسالہ پرستی کے جرم پر اجتماعی استغفار کے لیے اپنی قوم کے ستر افراد کو لے کر کوہ طور پر گئے۔ وہاں آپ نے جو دعائیں کیں، انہی دعاؤں میں یہ بھی ہیں کہ

﴿وَأَكْتُبُ لَكَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ
إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ط﴾

”اور (اے پروردگار) لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں بھی خیر (وبھلائی اور حسنت) اور آخرت میں بھی، اور ہم تیری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔“

یہ دعا کم و بیش وہی ہے جو سورۃ البقرہ میں ہمیں تلقین کی گئی ہے۔ ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۳۱﴾﴾ ”پروردگار، ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔“ مضمون وہی ہے، الفاظ کا تھوڑا سا فرق ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور خاص یہ دعا اپنی امت بنی اسرائیل کے لیے مانگی تھی کہ انہیں خاص مقام عطا ہو اور رحمت خصوصی ملے۔ ظاہر ہے، اپنی امت کے لیے ان کی یہ خواہش بالکل فطری خواہش تھی۔ اس کے جواب میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط﴾ (سورۃ الاعراف 156)

”فرمایا، کہ جو میرا عذاب ہے اُسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں۔ (یعنی جو بھی میرے قانون عذاب کی زد میں آئے گا اس کو عذاب ملے گا۔) اور

سب سے زیادہ قابل احترام آپ ہی کی ہستی ہے۔ لیکن کیا محض یہی بات مقصود ہے کہ آپ کا تذکرہ کیا جائے، آپ کے مقام بلند کا ذکر ہو، آپ سے عشق و محبت کا اظہار ہو اور بس، یا اس حوالے سے ہم پر کوئی ذمہ داری بھی ہے۔ اصل میں یہ ہے وہ بات جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لیے غور طلب سوال یہ بھی ہے کہ ہم جو آپ کے امتی ہیں، جو آپ سے اپنی نسبت پر فخر کا اظہار کرتے ہیں، آج دنیا میں ذلیل و خوار کیوں ہیں۔ ذلت و مسکنت اور زوال و انحطاط ہم پر کیوں طاری ہے۔ سو سال پہلے اقبال نے کہا تھا کہ ۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر
الہی! تیری رحمت کا سب سے بڑا مظہر رحمتہ للعالمین ہیں، مگر آپ کو ماننے والے تیری رحمت سے محروم ہیں۔ جو اس امت کا حصہ نہیں ہیں، جو رحمتہ للعالمین کو اللہ کا رسول نہیں مانتے وہ تو پھل پھول رہے ہیں اور دنیا میں سر بلند ہیں۔ ان کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ جبکہ ہم بے دست و پا ہیں۔ ساری دنیا اس وقت مسلمانوں کو ”دہشت گرد“ کہہ رہی ہے۔ آپ تو سراپا رحمت بن کر آئے اور آپ کے امتی ”دہشت گرد“ کیوں کہلا رہے ہیں اور کیوں معتوب ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ کی رحمتہ للعالمین کے مظاہر اصل میں کیا ہیں، اور کیا تھے، اور ہم کس طرح اس سے محروم ہیں۔ آج اسی حوالے سے ہماری گفتگو سورۃ الاعراف کی آیات 156، 157 پر ہوگی۔ ان آیات میں نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے ہمارے لیے عملی رہنمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ سچا امتی کون

[سورۃ الاعراف کی آیات 156، 157 کی تلاوت اور
خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! ماہ ربیع الاول کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس مہینے نبی آخر الزمان ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اسی ماہ آپ نے وصال بھی فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کا میلاد 12 ربیع الاول کو منایا جاتا ہے۔ 12 ربیع الاول کے حوالے سے یہ بات تو واضح ہے کہ یہ آپ کا یوم وصال ہے۔ آپ اس روز اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ البتہ اس کے یوم پیدائش ہونے کے حوالے سے تاریخ نگاروں میں اختلاف ہے۔ اس دور کی سیرت کی کتابوں میں جس کتاب کو بہت زیادہ قبول عام حاصل ہو وہ الرحیق المختوم ہے۔ یہ سیرت کے موضوع پر بڑی تحقیقی اور دقیق کتاب ہے۔ کتاب کے مصنف انڈیا کے عالم دین مولانا صفی الرحمن مبارکپوری ہیں۔ اس کتاب پر انہیں شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا ہے۔ مولانا موصوف کی تحقیق کے مطابق آپ کا یوم ولادت 12 ربیع الاول نہیں، 9 ربیع الاول ہے۔ بہر کیف ہمارے لیے اصل غور طلب بات یہ ہے کہ نبی ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کون سی ہیں، ان کا اعادہ ہونا چاہیے۔ آپ کی عظمت، آپ کا مقام و مرتبہ تو ہمارے قیاس اور ہمارے تخیلات سے بھی ماوراء ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سرفیضیت دے دیا ہے کہ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۲۱﴾﴾ (سورۃ الانبیاء) ”اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔“ آپ کی عظمت، آپ کی شان اور آپ کے مقام و مرتبہ کو ہم کیا بیان کر سکتے ہیں۔ بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“۔ یعنی اللہ کے بعد اس کائنات میں

جو میری رحمت ہے وہ تو ہر شے کو محیط ہے۔“

یعنی اللہ کی رحمت ایک تو وہ ہے جو سب مخلوقات کے لیے ہے۔ یہ رحمت عام ہے۔ حدیث میں آیا کہ اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔ 99 حصے اپنے پاس رکھے، اور ایک حصہ تمام مخلوقات میں بانٹ دیا۔ اسی رحمت کا مظہر ہے کہ نہ صرف انسانوں میں بلکہ جانوروں میں بھی اپنے بچوں کے لیے محبت اور ایثار کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اسی رحمت کا مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کافروں اور ملحدوں کو بھی رزق اور مال و متاع دے رہا ہے۔ رہی یہ بات کہ اللہ کی رحمت خاص کن کے لیے ہوگی؟ تو فرمایا کہ ﴿فَسَاكِبْتُمْ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف)

”وہ رحمت میں لکھ لوں گا ان لوگوں کے حق میں کہ جو تقویٰ کی روش اختیار کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہوں گے۔“

اس میں خاص طور پر ”ہماری آیات پر ایمان“ پر ہے۔ یقیناً تورات اللہ کی کتاب تھی مگر اس کے بعد بھی اللہ کی کتابیں آئی ہیں۔ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جو بھی نبی اور رسول آئے جو تورات کی تصدیق کرے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، تم اس رسول پر ایمان لانا۔ تورات میں بطور خاص نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں تھیں، اور آپ پر ایمان لانے کا عہد بھی بنی اسرائیل کے علماء سے لیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا بلکہ اس کے برعکس روش اختیار کی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ ﷺ کا انکار کر دیا، اُن پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کو نہ مانا، بنی اسرائیل میں سے کتنی کے چند لوگ حضرت عیسیٰ ﷺ پر ایمان لائے۔ اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو یہودی آپ کی بھی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ تو اللہ نے واضح فرمادیا کہ میری رحمت خاص ان لوگوں کے لیے ہے جو ہماری آیات پر اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لائیں گے۔ ایمان کن لوگوں کا معتبر ہوگا، کون لوگ صاحب ایمان ہوں گے، اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔ فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ﴾

”وہ جو (محمد رسول اللہ ﷺ) کی جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں۔“

صاف صاف کہہ دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رسول نبی امی کا اتباع اور پیروی کریں گے۔ رحمت خاص ان کے لیے ہوگی۔ یہاں اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ”امی“ کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ ”أمّ“ سے ماخوذ ہے۔ ”امی“ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے پیدا ہونے کے بعد

کوئی باقاعدہ علم حاصل نہ کیا ہو۔ بنی اسرائیل بنی اسمعیل کو (حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمعیل کی اولاد) جو مکہ میں آباد تھے، امی کہا کرتے تھے۔ اس لیے کہ اُن کے ہاں کوئی نبی نہیں آیا۔ نہ کوئی کتاب آئی۔ لہذا بنی اسرائیل خود کو اہل کتاب اور اُن کو امی قرار دیتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ علم سے بے بہرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو لقب نبی رحمت کا اعزاز بنا دیا۔ آپ کی زبان مبارک سے حکمت اور معرفت کے وہ موتی اور جواہرات جڑ رہے ہیں کہ کوئی اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ فرمایا میری رحمت خاص اُن لوگوں کے لیے ہوگی جو نبی امی کی پیروی کریں گے۔

اب آگے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کچھ باتوں کا تذکرہ ہے۔ یہ آپ کی کچھ شانیں ہیں جو یہاں بیان ہو رہی ہیں۔ سب سے پہلے فرمایا:

﴿الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْانْجِيلِ﴾

”جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“

تورات میں آپ کا تذکرہ موجود تھا۔ تورات اور انجیل میں اگرچہ تحریف ہو چکی تھی، اور یہودیوں نے پوری کوشش کی کہ تورات سے وہ مقامات کھرچ کر نکال دیں جہاں نبی اکرم ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں آئیں۔ اس کے باوجود کئی مقامات پر نبی اکرم ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں آج تک موجود ہیں۔ مثلاً تورات میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ میں ان کے بھائیوں میں تمہارے جیسا ایک نبی اُٹھاؤں گا، اور اُس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ ظاہر ہے، اس پیشین گوئی کا مصداق نبی اکرم ﷺ کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

آگے آپ کے حوالے سے تین باتوں کا تذکرہ کیا گیا۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ ﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں۔“

سب سے پہلی بات یہ کہ وہ معروف یعنی ہر اچھی بات کا حکم دیں گے، اس کی تلقین کریں گے اور جو بھی منکرات ہیں، ان سے روکیں گے۔ یہ بظاہر تو وہی کام ہیں جو تمام رسول اور نبی کرتے آئے، اور یہ مسلمانوں کی بھی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس میں جو اصل معنویت ہے وہ کیا ہے۔ ”معروف“ وہ کام ہے جسے انسانی فطرت قبول کرتی ہے، جسے وہ پہچانتی ہے، جس کے ساتھ اُس کی سازگاری ہے۔ اس کے برعکس ”منکر“ وہ شے ہے جس سے انسانی فطرت ابا کرتی اور اس سے توحش محسوس کرتی

ہے۔ اس کے ساتھ اُس کی سازگاری نہیں ہے۔ یہ اس کے لیے اجنبی شے ہے۔ فطرت اس سے موافق نہیں رکھتی۔ اسلام دین فطرت ہے۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ معروف و منکر پر ہر دور میں بحث چلتی رہی ہے۔ بعض اوقات ان کے تصورات بھی بدلتے رہے ہیں۔ فلسفہ جو حقیقت تک رسائی کا علم سمجھا جاتا ہے، اس کی ایک اہم شاخ علم الاخلاق (ethics) بھی اس بات پر بحث کرتی ہے کہ نیکی کیا ہے، اور برائی کیا ہے، کیا چیز صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بحث بہت پرانی ہے۔ پھر اس حوالے سے یہ سوال بھی اہم ہے کہ خیر و شر کے لیے کوئی آفاقی اصول بھی ہیں یا ان کے تصورات ہر دور میں بدلتے رہتے ہیں۔ سقراط کا خیال تھا کہ علم نیکی ہے اور جہالت برائی ہے۔ آج کے دور میں فلسفہ ترقی کر کے جہاں تک پہنچا ہے، اس کا نقطہ کمال مادہ پرستی ہے۔ آج کل جو نظریات بہت مقبول ہوئے ہیں، ان میں سے ایک نظریہ افادیت (Utilitarianism) ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں لوگوں کا فائدہ ہو وہ خیر ہے اور جس میں نقصان ہو وہ شر ہے۔ مگر اس بات کا جواب کون دے گا کہ اس سے مراد کس کا فائدہ ہے۔ یہ فرد کا فائدہ ہے، یا ایک قوم کا یا کل نوع انسانی کا؟ یہاں آ کر گڑبڑ ہوتی ہے۔ خیر و شر کے ضمن میں زوال کی انتہا ہیڈ وئزم کا نظریہ ہے۔ اس نظریے کے مطابق خیر کسی کی ذاتی پسند کا نام ہے، یعنی جس سے اسے راحت اور لذت ملتی ہو۔ ظاہر ہے کہ اشخاص کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں، لہذا یہی بات جانی جائے گی کہ خیر و شر کا کوئی معیار ہی نہیں، بات ہی ختم۔ مثلاً ایک شخص کو اپنے پڑوسی کو تکلیف دے کر خوشی محسوس ہوتی ہے تو اس کے لیے یہی خیر ہے۔ یہ ہے انسانی عقل کی نارسائی۔ بولہبی اسی کا نام ہے۔ ﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً معروف کیا ہے اور منکر کیا ہے، اس کا حتمی فیصلہ محمد رسول اللہ کریں گے۔ فطرت کے سب سے بڑے ترجمان آپ ہیں۔ اسی لیے قرآن نے کہہ دیا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الحشر: 7) ”جو رسول تمہیں عطا کریں اُس کو پکڑ لو (وہی دین ہے، وہی اصل خیر ہے) اور جس سے وہ روک دیں، اس سے باز آ جاؤ (وہ منکر ہے)“

یہ ہے معروف و منکر کا اصل معیار۔

آگے آپ کی ایک اور شان بیان ہوئی۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾

”اور وہ پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔“

حلال و حرام کی بحث بھی ابتدا سے چلتی رہی ہے۔ مختلف شرائع میں اس میں فرق بھی رہا۔ مثلاً یہود سمجھتے تھے کہ اونٹ کا گوشت حرام ہے۔ وہ مسلمانوں پر بھی تنقید کرتے تھے کہ وہ اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں۔ قرآن مجید نے واضح کیا کہ: ”بنی اسرائیل کے لئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں۔ بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔“ (آل عمران: 93) اونٹ شریعت موسویٰ میں بھی حرام نہیں تھا بلکہ حلال تھا۔ حضرت یعقوبؑ کو جنہیں اونٹ کا گوشت بہت مرغوب تھا، حکماء نے اونٹ کا گوشت کھانے سے روک لیا تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے قسم کھالی تھی کہ میں کبھی اُس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ بنی اسرائیل نے اس سے یہ سمجھا کہ یہ شاید حرام ہے۔ فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ حلال و حرام کے بارے میں حتمی طور پر بتائیں گے۔ آپؐ تمام طیب چیزوں کو جن میں انسان کے لیے خیر ہے، جو فی نفسہ پاک ہیں اور اپنے اثرات کے اعتبارات سے بھی مفید ہیں، جائز قرار دیں گے، تاکہ کسی بھی طیب شے سے نوع انسانی محروم نہ رہے۔ اور تمام نجس و ناپاک چیزوں کو جن میں نجس اور شر کا پہلو ہے، جو جسمانی اور مادی یا روحانی اعتبار سے مضر ہوں آپؐ اُن سب کو حرام قرار دیں گے۔

آگے فرمایا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

”اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔“

اکثر مفسرین اس مقام سے سرسری طور پر گزر گئے ہیں۔ مگر یہ بہت ہی اہم گوشہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی رحمت نے نوع انسانی کے لیے کس کس طور سے رحمت کے دروا کیے ہیں۔ آپؐ نے نوع انسانی کو مختلف قسم کے بوجھوں سے نجات دلائی اور ان طوقوں سے بھی رہائی دلائی جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے۔ سب سے بڑا بوجھ سیاسی سطح پر ملوکیت کا نظام تھا۔ ایک ہی خاندان تمام سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ سارے اختیارات اسی کے پاس ہوتے تھے۔ جیسے چاہے ٹیکس لگائے۔ فرد واحد کی زبان سے نکلا ہوا کلمہ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ عوام ہر قسم کے حقوق سے محروم تھے۔ انسان اس نظام پر قناعت کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ وقت کی عظیم طاقتیں سلطنت روما اور سلطنت فارس بھی ملوکیت کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھیں۔ اسلام نے انسان کو آزادی اور مساوات سکھائی، اور ملوکیت کے جبر سے نجات دلائی۔

کے لیے تیار نہیں۔

دوسرا بوجھ مذہبی پیشواؤں کے جبر کا تھا۔ مذہبی پیشوا بھی دار لارڈ بن بیٹھے تھے۔ انسان اپنے خالق سے ملنا چاہتا ہے، مالک سے رابطہ کرنا چاہتا ہے، دعا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مذہبی پیشواؤں کا کہنا تھا کہ تم بہت گنہگار ہو، تم پستی کے کلیں ہو، لہذا اللہ سے براہ راست کوئی رابطہ نہیں کر سکتے، تم ہمیں نذرانے پیش کرو، ہمیں حلوے مانڈے پہنچاؤ، ہم تمہاری بات اللہ تک پہنچائیں گے۔ یہ مذہبی بھتہ خور صدقات کے نام پر اور اللہ سے رابطہ کرنے کے عنوان سے لوگوں کا خون پسینہ نچوڑ رہے تھے۔ یہ مذہبی جبر تھا۔ آپؐ نے اس سے بھی نوع انسانی کو نجات دلائی۔ قرآن حکیم نے واضح فرمادیا: ”اور (اے پیغمبر ﷺ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔“ (البقرہ: 186)

تیسرا بوجھ سماجی رسومات کا تھا۔ آپؐ نے اس سے بھی انسانیت کو رہائی دلائی۔ رسومات کی وجہ سے عوام الناس چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آجاتے (باقی اندرونی ناسٹل پر)

حکمرانوں کو حاکم کی بجائے ”سید القوم حادہم“ قرار دیا، اور یہ تعلیم دی کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کی حیثیت اللہ کے خلیفہ کی ہے۔ وہ اس بات کا پابند ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے قانون کو نافذ کرے۔ انسانوں میں کوئی آقا اور بندہ نہیں۔ سب ایک اللہ کے بندے ہیں۔ سب مساوی ہیں۔ عدل و مساوات، آزادی و انصاف کے یہ اصول صرف کاغذوں میں لکھے ہوئے نہیں تھے، آپؐ نے ان اصولوں پر عملاً یہ نظام قائم کر کے دکھایا۔ رستم کے بھرے دربار میں جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا گیا کہ تم کیوں آئے ہو، تو ان کا جواب تھا: ”ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے، تاکہ لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام اور ایمان کے نور سے متعارف کروائیں اور بادشاہوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلام کے عادلانہ نظام کے تحت لے کر آئیں۔“ افسوس کہ آج وہ نظام جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا تھا، دنیا کے نقشے پر موجود 157 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک میں بھی قائم نہیں ہے۔ یہ ہم اہمتیوں کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ آپؐ تمام جہان والوں کے لیے رحمت بن کر آئے اور آپؐ نے جو نظام زندگی دیا وہ بھی رحمت کا مظہر ہے۔ مگر کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہم جو آپؐ کے نام لیوا ہیں، اس رحمت سے فائدہ اٹھانے

”ثعلبہ کا قصہ اور مسلمانانِ پاکستان“

امیر تنظیم اسلامی کی جانب سے ایک ضروری وضاحت

”ندائے خلافت“ کے شمارہ 6 (از 8 تا 14 فروری 2011ء) میں راقم السطور کے 28 جنوری کے خطاب جمعہ کی تلخیص شائع ہوئی ہے۔ اس خطاب میں سورۃ التوبہ کی آیات 75 تا 77 کی تفسیر کے ذیل میں ثعلبہ بن حاطب انصاری کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جو بہت سی قدیم و جدید تفاسیر میں نقل ہوا ہے۔ ندائے خلافت میں اشاعت کے بعد بعض احباب نے توجہ دلائی ہے کہ بعض محققین نے اس واقعہ پر سیر حاصل تحقیق کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ زمانہ قدیم سے کتب تفسیر میں بلا سند نقل ہوتا آ رہا ہے۔ حسن بصریؒ نے یہ واقعہ کوئی نام لیے بغیر ”رجل من الانصار“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، لیکن بعض مفسرین نے اس ”رجل مبہم“ کی تعیین ”ثعلبہ بن حاطب“ کے نام سے کر دی ہے، جو ان حضرات کا سہو معلوم ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ثعلبہ بن حاطبؓ رسول اللہ ﷺ کے ایک مشہور صحابی ہیں۔ آپؐ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دو عظیم غزوات بدر اور احد میں شرکت فرمائی اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل بدر کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ تفسیری روایات میں جس مانع زکوٰۃ شخص کا ذکر ہے اُس کا نام بھی ثعلبہ ہو۔ تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان آیات کو کسی مخصوص شخص کی بجائے عام منافقین کے بارے میں منزل مانا جائے، جیسا کہ عہد حاضر کے بعض مشہور مفسرین نے اس کے عموم ہی کو ترجیح دی ہے۔ راقم اُن احباب کا شکر گزار ہے جنہوں نے اس تسامح کی جانب توجہ دلائی۔ (مدیر ندائے خلافت)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ كُنَّا سَيِّئًا وَ لَا تَحْنَبْنَا اِنْ كُنَّا مُجْرِمِيْنَ (آمین)

غلبہ دین کی جدوجہد: حضور اکرم ﷺ کی مستقل سنت

البرکات

سکیں گے؟ بلکہ یہ کہہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کیا اللہ کے غضب سے بچ سکیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حق دار قرار پاسکیں گے؟ بلاشبہ عرض کیے دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات تو بڑی اعلیٰ و ارفع ہے، چہ نسبت خاک را با عالم پاک! کیا ایک عام شریف النفس انسان بھی پسند کرے گا کہ کوئی اس کی تعریف و توصیف تو بہت کرے لیکن طرز زندگی بالکل مختلف رکھے، اس کی پسند اور ناپسند کا قطعی کوئی لحاظ نہ کرے اور خود کو اس کی تعلیمات کا پابند نہ سمجھے۔ جس ذات کے بارے میں خالق کائنات اور مالک ارض و سما کا یہ ارشاد ہو: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ وہ انسانوں کی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے اور نجات اس میں مضر ہے کہ زبان درود و ثنا سے تر ہو اور انسان عمل سے پہلے دیکھے کہ نبی ﷺ کی سنت کیا ہے، حدیث رسول کیا ہے؟ باقی سب بیچ ہے۔

آج امت مسلمہ خصوصاً ہم پاکستانی ایسے نظام میں جکڑے گئے ہیں جو استحصالی ہے۔ استعمار کے ایجنٹوں نے انسانوں کی گردنوں پر پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس باطل نظام نے انسان کے منہ کو انسان کا خون لگا دیا ہے۔ لہذا سیاسی سطح پر ظلم ہے، جبر ہے، درندگی اور بربریت ہے۔ معاشی سطح پر استحصال ہے اور لوٹ مار ہے۔ معاشرتی سطح پر عدم مساوات ہے، عربیائی اور بے حیائی ہے۔ جبکہ قرآن نے انسان کو جو عدل و قسط پر مبنی نظام دیا، جسے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد سے قائم و نافذ کیا، وہ عملاً آج قریباً متروک ہو چکا ہے۔ اب اگر آج کوئی نعت خوان کسی ظالم و جابر اور نظام مصطفیٰ سے یکسر متصادم اور متضاد نظام کے علمبردار حاکم کے مرمریں محل میں نعت رسول پیش کرے اور داد پائے تو اگرچہ ہم فتویٰ دینے کی پوزیشن میں نہیں لیکن عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ ہم سمجھیں کہ یہ دین کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ ہمارا اولین فریضہ یہ ہے کہ ہم عدل و قسط پر مبنی اس نظام کو قائم کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں جس کی خاطر آپ مکہ کی گلیوں میں کانٹوں پر چلے، طائف میں سنگ باری برداشت کی، حرم میں اونٹ کی اوجھڑی تلے دبے اُحد میں دندان مبارک شہید کروائے اور غزوہ احزاب کے موقع پر پیٹ پر دو دو پتھر باندھے۔ آئیے سیرت مبارک کے اس حصہ پر غور کریں اور سنت رسول کو اپنا کر اسلام کا (باقی صفحہ 16 پر)

جو تیوں کو بمشکل پاؤں سے الگ کرتے ہوئے یہ رد عمل دینا کہ یہ بستی تباہ نہ ہو، شاید یہاں دین کا کوئی خادم پیدا ہو جائے۔ کوزا کرکٹ پھکنے والی بڑھیا کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جانا کہ وہ آج اپنا عمل کیوں نہ دہرا سکی۔ فتح مکہ پر عاجزی سے سرکواتا جھکا لینا کہ وہ گھوڑے کی گردن چھونا چاہے اور اپنے خون کے پیاسوں اور بدترین دشمنوں کو عام معافی دینا— کسی ہفت روزہ کا ایک ڈیڑھ صفحہ کس کس ادا کا احاطہ کرے گا؟ درحقیقت یہ ہے وہ انسانیت یہ ہے وہ بشریت، جس کے آگے فرشتوں کے پاس سجدہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، اگرچہ یہ اللہ رب العزت کے حکم سے ہوا، یہ اسی کے بس کی بات ہے کہ وہ حکیم العظیم اور العزیز بھی تو ہے۔ اس بزرگ کے اس صحیح انتباہ کے باوجود سمندر میں پانی کا ایک قطرہ مزید ڈالنے کی کوشش اس لیے کرنی چاہیے تاکہ آئندہ نسلوں کو کچھ نہ کچھ آگاہی حاصل ہوتی رہے۔ پھر یہ کہ اس حوالہ سے تحریر و تقریر کے بعد اس پناہ گاہ میں پناہ حاصل کر لینا چاہیے کہ رع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر! امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ جس طرح ہم قرآن مجید کو چومنے چائے، اسے ریشمی غلاف میں لپٹا کر اونچا رکھنے اور زیادہ سے زیادہ محض اس کی ناظرہ تلاوت کرنے کو اپنا کل دینی فریضہ سمجھتے ہیں، اسی طرح حضور ﷺ کی ثنا خوانی اور نعت گوئی سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم اللہ کی کتاب کی تکریم کے باوجود اس کو کتاب ہدایت نہ سمجھیں، اسے اپنا امام نہ بنائیں، اس کے اوامر و نواہی کا خود کو پابند نہ بنائیں، اسی طرح حضور ﷺ کی ثنا خوانی تو کریں لیکن سنت رسول پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں، آپ ﷺ کے مشن کو اپنا مشن نہ بنائیں، تو کیا ہم اللہ اور رسول ﷺ کو راضی کر

نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت 9 یا 12 ربیع الاول میں ہوئی۔ عام طور پر اس ماہ میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ پر تقاریر اور خطابات ہوتے ہیں۔ اخبارات وغیرہ میں بھی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے وقت کی قید نہیں لگائی جاسکتی ہے؟ کون سا ماہ دن وقت اور گھڑی ایسی نہیں ہوتی کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیج کر آپ ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کر کے اپنی دنیا اور آخرت نہ سنوار سکیں؟ لیکن اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کا کوئی نہ کوئی نیا روشن پہلو مسلمانوں کی نگاہ میں آ جاتا ہے۔ اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ ایک بزرگ کی زبان سے یہ سن کر قلم تھر تھر کانپ رہا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان دنیا کی کسی بھی زبان میں آپ ﷺ کی ثنا خوانی کرے، آپ ﷺ کی صفات و کمالات بیان کرے، ممکن نہیں کہ اس کا حق ادا کر سکے، کیونکہ شدید خطرہ لاحق رہتا ہے کہ انسان کی محدود سوچ اور تحریر و تقریر کی محدود صلاحیت سے کہیں کوئی توہین کا پہلو نہ نکل آئے۔ ہماری رائے میں یہ بات بالکل درست ہے، اس لیے کہ غالب جیسا زبان دان اور قادر الکلام یہ کہہ کر ہتھیار ڈال دیتا ہے کہ۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گزاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
اور کسی شاعر نے ان الفاظ میں بھی حقیقت کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است
کس شجر کی شاخ سے بنے گا وہ قلم اور کیسے میسر آئے گی وہ زبان جو آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کر سکے!— طائف میں سخت ترین دن گزار کر خون آلود

امتحان زندگی اور معرکہ خیر و شر

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا نگرانیگیز خطاب

سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے داعیات اور تقاضے انسان کو زمین کی طرف کھینچتے اور پستی کی طرف دھکیلتے ہیں۔ زمینی خواہشات، آرزوئیں، جنسی جذبہ، بھوک پیاس، دنیا کے بارے میں امنگیں، دولت کی حرص و ہوس اور غلبہ و اقتدار کی خواہش یہ سب حیوانی تقاضے ہیں۔ یہ تقاضے اندھے بہرے ہیں۔ ان کو صرف اپنی تسکین سے غرض ہے، انہیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ تسکین حلال راستے سے ہو یا حرام سے، جائز ذریعے سے ہو یا ناجائز سے۔ اسی لیے تو قرآن نفس کے بارے میں کہتا ہے: ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ﴾ ”بے شک نفس تو برائی ہی کی طرف بلاتا ہے۔“ حیوانی وجود کے برعکس معاملہ روح کا ہے۔ روح کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس کی غذا بھی عالم بالا سے آتی ہے، اور یہ غذا اللہ کا کلام ہے۔ روح کی توجہ اوپر کی طرف ہے۔ وہ اپنے مرکز کی طرف مائل بہ پرواز رہتی ہے۔ وہ انسان کو بلندی کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور ہر دم اللہ کے قرب کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ معنوی طور پر تو روح کو قرب حاصل ہے ہی، مگر وہ عملاً بھی اللہ کے قریب ہونا چاہتی ہے۔ اس طرح خیر و شر کی کشمکش انسان کے اندر جاری رہتی ہے۔

یہاں میں برسبیل تذکرہ عرض کر دوں کہ میں فرائیڈ کا اس معنی میں بہت قائل ہوں۔ فرائیڈ اگرچہ سائیکالوجی میں انسان کو انتہائی غلط رخ پر لے گیا۔ لیکن اس نے انسان کی معنوی شخصیت کے جو تین لیول مقرر کیے ہیں، وہ اس کے مشاہدے کی گہرائی کے عکاس ہیں۔ فرائیڈ کے نزدیک معنوی شخصیت کی ابتدائی اور سب سے مخفی سطح Libido (لاشعور) ہے۔ یہ دراصل حیوانی خواہشات ہیں جو انسان کو نیچے کی طرف کھینچتی ہیں۔ دوسری سطح Ego (شعور) ہے۔ تیسری اور بلند ترین سطح Super Ego (فوق الشعور) ہے۔ سپراگیو کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ یہ دراصل ہر معاشرے کے اندر پائے جانے والے وہ معیارات ہوتے ہیں جو انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ فلاں کام نہ کرنا، اس لیے کہ اسے سماج میں اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔ لہذا یہ سپراگیو ایگو پراثر ڈالتی ہے۔ پھر اگر ایگو چاہے تو پورے وجود حیوانی کو کنٹرول کرتی ہے۔ بالفاظ دیگر ”سپراگیو“ ”ایگو“ کو کنٹرول کرتی ہے اور ”ایگولائیڈ“ کو کھینچ کر رکھتی ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک انسان کی معنوی شخصیت کے یہی

ہے۔ آپ ایک بچے کو سال بھر پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد کہیں جا کر اُس کا امتحان لیتے ہیں۔ اگر بچہ امتحان میں کامیاب ہو جائے تو اُسے اگلے درجے میں ترقی دے دیتے ہیں، ورنہ جس درجے میں تھا، وہیں رہتا ہے۔ اسی طرح آپ کبھی بچے کو کوئی چیز دے کر آزماتے ہیں۔ آپ بچے کو 100 روپے کا نوٹ دیتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ اس آزمائش سے مقصود اُس کا رجحان معلوم کرنا ہوتا ہے۔ پیسے ملنے کے بعد بچے کے حوالے سے کئی امکانات ہیں۔ ایک امکان یہ ہے کہ بچہ دوڑ کر کتابوں کی دوکان پر چلا جائے اور رسالے اور کتابیں خرید لائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کھلونوں کی دوکان کا رخ کرے اور کھلونے لے آئے۔ اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ بچہ دوکان سے کھانے پینے کا سامان لے آئے۔ بچہ جو بھی چیز خریدے گا اُس سے اُس کے رجحان کا اندازہ ہو جائے گا۔

چونکہ یہ زندگی ایک امتحان ہے۔ لہذا یہاں امتحان کے فلسفے کے تحت معرکہ خیر و شر برپا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
اس امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر و شر میں تمیز بھی سکھائی ہے اور خیر و شر کی قوتیں بھی عطا کی ہیں۔ ان قوتوں کے درمیان معرکہ جاری رہتا ہے۔ خیر و شر کا اولین معرکہ انسان کے اندر برپا ہوتا ہے۔ انسان کے اندر روح خیر کی قوت ہے اور شر کی قوت اُس کا حیوانی وجود ہے۔ عربی کا مقولہ ہے: ”كُلُّ شَيْءٍ يَدْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهِ“ یعنی ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ہمارے حیوانی وجود کا تعلق زمین سے ہے۔ اس کی غذا بھی زمین ہی

عالم خلق کی تخلیق کا نقطہ کمال انسان ہے۔ انسان کا مادہ تخلیق مٹی ہے، مگر اُس میں جو روح ڈالی گئی ہے یعنی روح ربانی اُس نے اُس کا مقام کچھ سے کچھ کر دیا ہے۔ اپنے جسد حیوانی کے اعتبار سے تو ہم جنات سے بھی نیچے ہیں، مگر روح کی بنا پر اشرف المخلوقات ٹھہرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (4)

(سورۃ التین)

”ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔“ انسان کو مقام بلند روح کی بنا پر ملا۔ روح ربانی کے بغیر اُس کا کوئی مقام نہ ہوتا۔ محض مادی اور جسمانی اعتبار سے تو وہ باقی جانوروں سے بھی کمزور ہے۔ انسان کے بچے ہی کو دیکھ لیجیے۔ پیدائش کے وقت حیوان کا بچہ اُس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ مثلاً بکری کا بچہ پیدا ہونے کے کچھ ہی دیر بعد چلنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا جسمانی نظام مکمل اور اعصابی نظام کامل ہوتا ہے۔ یہی حال دیگر جانوروں کا ہے۔ انسان کا بچہ ایک عرصہ گزرنے کے بعد ہی چلنے کے قابل ہوتا ہے۔

بہر کیف انسان کی بنائے فضیلت روح ہے۔ اس میں دو عالم — خلق اور امر — جمع ہیں۔ اُس کا جسم عالم خلق کی شے ہے، اور روح عالم امر کی۔ انسان کے علاوہ کسی بھی مخلوق میں یہ دونوں عالم جمع نہیں۔ مثلاً جنات صرف علم خلق کی مخلوق ہے۔ ان کے برعکس فرشتے صرف عالم امر کی مخلوق ہے۔

انسان کی یہ دنیا کی زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے، جس کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا جبکہ حساب کتاب ہوگا۔ یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ امتحان کچھ پڑھا سکھا کر لیا جاتا

تین لیول ہیں۔ پہلا لطیفہ نفس ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو فریڈ کہہ رہا ہے۔ اس میں کوئی شک اور اختلاف نہیں۔ اس سے اوپری سطح پر لطیفہ قلب ہے۔ تیسری اور بلند ترین سطح پر لطیفہ روح ہے۔ روح انسان کو اوپر کھینچتا چاہتی ہے اور اُس کا مادی وجود اُسے نیچے کھینچتا چاہتا ہے۔ ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے خیر و شر کی اسی کشمکش میں ہماری زندگی گزر رہی ہے۔ جس طرح ہمارے جسمانی قلب کو چین نہیں ہے، بلکہ ہر وقت متحرک رہتا ہے، سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے، اسی طرح کا معاملہ معنوی قلب کا ہے۔ اس کا بھی رخ کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورا وجود روحانی ہو جاتا ہے۔ مبدائے ارادہ قلب ہے۔ قلب دراصل روح کا آئینہ ہے۔ یہ روح کی طرف ہو جائے تو روح کے اثرات اور انوار و برکات پورے وجود پر چھا جاتے ہیں۔ اور اگر قلب کا رخ نفس امارہ کی طرف ہو جائے تو پوری انسانی شخصیت حیوانیت کا نقشہ پیش کرتی ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ انسان ایسا گھٹیا کردار پیش کرے اور اُس سے اس قدر برے اعمال صادر ہوں کہ حیوانیت اور درندگی بھی شرم جائے۔ قلب کے اوپر جو شے حکمران ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تمام انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے مابین ہیں۔ وہ جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔“ (صحیح مسلم) جو شخص خوش قسمت ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو روح کی طرف موڑ دیتا ہے۔ وہ بھلائی، نیکی، ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اور بد قسمت شخص کے قلب کا رخ نفس امارہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور وہ حیوانیت کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ قرآن کے نزدیک اس طرح کے لوگ حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ فرمایا:

﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَا لَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَا لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ط أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧﴾﴾ (الاعراف)

”ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ (بالکل) چار پاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دل ہیں، مگر سوچتے نہیں، آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ یعنی ان کا دیکھنا حیوانوں کی طرح کا دیکھنا ہے۔ اگر آدمی دیکھے کہ سامنے سے گاڑی آرہی ہے تو وہ اپنی جان بچا لیتا ہے۔ اسی طرح ایک کتابھی گاڑی کو آتے دیکھ کر اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ بچنے کی صلاحیت اس میں ہے۔ اگر دیکھنا اسی کا نام ہے تو پھر انسان اور جانور دونوں برابر ہو گئے۔ اصل دیکھنا یہ نہیں، کچھ اور ہے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا شے کا ظاہر تو کہتے کو بھی نظر آتا ہے۔ انسان تو وہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو سمجھے۔ چنانچہ حضور ﷺ دعاؤں میں سے ایک دعا کے الفاظ ہیں: ((اللَّهُمَّ أَرِنِي حَقِيقَةَ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ)) ”اے اللہ مجھے اشیاء کی اصل حقیقت دکھا دے جیسی کہ وہ ہیں۔“ یعنی میں صرف ظاہر پر مطمئن نہیں ہونا چاہتا۔ اُن کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا دے۔ حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ ظاہر کی آنکھ نہیں، یہ دراصل دل کی آنکھ ہے۔ اسی طرح حقیقت کی طرف متوجہ ہو جانے والے کان بھی دل کے کان ہیں۔

خارج میں بھی خیر و شر کی کچھ طاقتیں ہیں، جن کے مابین خیر و شر کا معرکہ جاری رہتا ہے۔ شرکی سب سے بڑی طاقت شیطان (ابلیس لعین) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حضرت آدم ﷺ کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں راندہ درگاہ کیا تو وہ اپنی ابلیسیت اور شیطنت پر ڈٹ گیا۔ اُس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تک مہلت مانگی اور کہا کہ اے اللہ میں ابن آدم کو اغوا کروں گا اور یہ ثابت کر دوں گا کہ حضرت آدم اُس منصب خلافت کا اہل نہیں تھا، جو تو نے اُسے دیا اور میں اُس کی ذریت کو تباہ کر کے چھوڑوں گا۔ قرآن میں اُس کا یہ چیلنج بایں الفاظ نقل کیا گیا ہے:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَا تَجِدُنَّ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾﴾ (الاعراف)

”(پھر) شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے۔ میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان کو (گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا۔ پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا)۔ تو ان میں

اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔“ شیطان کا مادہ تخلیق آگ ہے جو نہایت لطیف مادہ ہے۔ چنانچہ حدیث کے مطابق شیطان انسان کے خون میں دوڑتا ہے۔ دنیا میں شیطان کے ایجنٹ بھی ہیں۔ یہ جنوں میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ یہ شیطان کی باقاعدہ پارٹی کا حصہ ہیں، جسے قرآن حکیم میں ”حزب الشیطان“ کہا گیا ہے۔ ان کا کام حق کا راستہ روکنا اور شر اور باطل کو فروغ دینا ہے۔ دنیا بھر کے انسانوں میں شرکی سب سے بڑی قوت یہودی ہیں۔ یہودیوں کی ذہانت و فطانت اور سازشی ذہنیت تمام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ یہودیوں کی طرف اللہ نے بہت سے نبی اور رسول بھیجے۔ انہوں نے اُن کی تکذیب کی اور بہت سے نبیوں کو قتل کر دیا۔ وہ حضرت عیسیٰ ﷺ کے بھی قتل کے درپے ہو گئے تھے بلکہ قتل کی سازش تیار کی اور اپنے تئیں انہیں سولی پر چڑھا بھی دیا، مگر اللہ نے انہیں بچا لیا اور زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ اللہ نے یہودی اسکرپوتی کی شکل حضرت عیسیٰ کی طرح بنا دی جس نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو دھوکے سے گرفتار کر دیا تھا، اور عیسیٰ ﷺ کی بجائے اُسے ہی سولی دے دی گئی۔ یہودی اپنے جرائم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوب اور مردود قرار پائے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مقام عطا کیا تھا۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کے چھٹے رکوع کی پہلی آیت سے ظاہر ہے: ﴿يَبْنَؤُا سُرَّاءِ يَلْذُكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَلَسْتُ فَاَضَلْتُكُمْ عَلٰى الْعَلَمٰىنِ ﴿٤٧﴾﴾ ”اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔“ اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جس قوم کی طرف رسول بھیجے وہ بحیثیت مجموعی رسول کا انکار کر دے اور اُس کی جان کے درپے ہو جائے تو اُس پر عذاب بھیجتا ہے۔ رسولوں کی تکذیب پر یہ عذاب پہلے بھی کئی اقوام پر آیا۔ یہود حضرت عیسیٰ ﷺ کی دعوت حق کو رد کر کے اور اُن کے قتل کے درپے ہو کر اللہ کے عذاب کے مستحق ہو گئے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب استیصال سے دوچار نہیں کیا۔ (اُن کی بابت اللہ کی حکمت کچھ اور ہے، جو ایک علیحدہ ایثو ہے۔) تاہم انہیں دنیا میں مردود، ملعون اور مغضوب علیہم بنا دیا۔ خارجی سطح پر جو خیر و شر کا معرکہ جاری ہے، اس میں یہودی شیطان کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ اُن کی ذہانت اور سازشی صلاحیت مسلمہ ہے۔ آج کے اس دجالی دور

اعلان داخلہ برائے درجہ اولیٰ (درس نظامی) و نہم (9th) کلاس

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام
دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کلیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور

میں ان طلبہ کے لیے

جوڈل کے امتحان سے فارغ ہو چکے ہیں، اس سال 15 مارچ سے خصوصی کلاسز
کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ یہ خصوصی کلاسز رمضان المبارک تک جاری رہیں گی

نشستیں محدود ہیں

خصوصی کورس میں داخلہ ”پہلے آئیے، پہلے پائیے“ کی بنیاد پر ہوگا۔

نصاب

درجہ اولیٰ اور 9th کلاس کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل مضامین کی تدریس ہوگی:

- 1 تجوید القرآن
- 2 عربی زبان
- 3 ریاضی
- 4 اردو
- 5 انگلش
- 6 نحو
- 7 صرف
- 8 خصوصی تربیتی لیکچرز

کلاسز کا آغاز 15 مارچ 2011ء سے ہوگا

خواہش مند طلبہ داخلہ فارم کے ساتھ والد/سرپرست کے شناختی کارڈ کی کاپی
منسلک کر کے 14 مارچ 2011 تک کالج دفتر میں جمع کرا دیں

ہاسٹل میں رہائش کی سہولت موجود ہے

کلیۃ القرآن: (قرآن کالج) 1191 تاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 042-35833637

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی، 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501

معمار پاکستان نے کہا:

"Islamic Principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat."

”اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدون نہیں کیا جائے گا۔“ (25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب)

یہ درحقیقت قائد اعظم کا ان لوگوں کو ترکی بہ ترکی جواب تھا جو 11 اگست 1947ء کی تقریر کو بنیاد بنا کر
پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے خواہش مند تھے۔

نوٹ:

میں اکثر بڑے سائنسدان یہودی ہوئے ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے لوگ جو دجالی فکر لے کر سامنے آئے ہیں اور اُسے آگے بڑھایا، جس نے انسان کو اللہ سے، اور اس کے دین اور روحانیت سے ہٹا دیا ہے، سب یہودی ہیں۔ مثلاً کارل مارکس یہودی تھا۔ لینن یہودی تھا۔ شالین یہودی تھا۔ یہودیوں میں بہت صلاحیت ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ صلاحیت انسان کی تباہی اور گمراہی کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ یہودی جیسا کہ کہا گیا شیطان کے سب سے بڑے کار اور ایجنٹ ہیں اور خود ان کے آلہ کار (WASP) White Anglo Saxon Protestants عیسائی برطانیہ اور امریکہ ہیں۔ چنانچہ برطانیہ نے یہودیوں کو طویل دور انتشار کے بعد بالفور ڈیکلریشن کے ذریعے دوبارہ فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی، اور امریکہ نے انہیں 1948ء میں اقوام متحدہ کی چھتری تلے فلسطین میں ریاست قائم کرنے میں مدد دی۔ یہ تو شرکی قوتیں ہیں۔ ان کے مقابلے میں خیر کی طاقتیں ہیں۔ خیر کی قوتوں میں انبیاء و رسل اور ان کے پیروکار شامل ہیں۔ انبیاء کرام کے سچے پیروکار ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو خیر کی طرف بلاتے، انہیں نیکی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ خیر کی مرئی طاقتیں ہیں جیسے یہودی شرکی مرئی طاقت ہیں۔ پھر جیسے شرکی غیر مرئی قوتوں میں ابلیس اور شیاطین جن ہیں، اسی طرح خیر کی غیر مرئی طاقتوں میں ملائکہ ہیں۔ یہ بھی اللہ کے حکم سے اہل ایمان کی نصرت و تائید کرتے اور ان کے قدم جماتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بدر میں فرشتے آئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق غزوہ احد میں بھی فرشتے نازل ہوئے، مگر جب امر کے معاملے میں تنازعہ ہوا اور حضور ﷺ کے ایک حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو جنگ کا پانسپلٹ گیا۔ اس کا ذکر سورۃ آل عمران میں بایں الفاظ میں آیا ہے:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحْسَبُونَهُمْ بِأَذْيَابٍ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مِمَّا تَحِبُّونَ﴾ (آل عمران: 152)

”اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اس وقت جب کہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا۔ اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے۔“ (جاری ہے)

کیا انہوں نے ”یوم اوباشی“ منایا؟

شاہ اسلم مہدی فاروقی

تھی۔ اُس نے حکم جاری کیا تھا کہ روم کے نوجوان شادی نہ کریں، بلکہ فوج میں بھرتی ہوں تاکہ رومی فوج اسلحہ کے ساتھ ساتھ افرادی قوت سے بھی لیس ہو اور اردگرد کے ممالک اور دشمن فوج رومی افواج کی کثرت سے نفسیاتی طور پر بھی خوب مرعوب ہوں۔

اُن دنوں ایک پادری جس کا نام "Valentine" (ویلنٹائن) تھا، اُس نے چوری چھپے نوجوانوں کی شادی کرانے کا انتظام کیا۔ وہ نوجوانوں کی شادیاں کرتا رہا۔ آخر یہ خبر کسی طرح حکمران کلاڈیس تک پہنچ گئی۔ اُس نے فوری طور تحقیق کروائی اور الزام درست ثابت ہونے پر "ویلنٹائن" کو گرفتار کروا کر جیل بھجوا دیا۔

جیل حکام نے اُسے ایک مقدس پادری سمجھتے ہوئے ہر اتوار کو جیل کے قیدیوں اور عملہ کو مذہبی تعلیم دینے اور پادری کی حیثیت سے عبادت کروانے کی ذمہ داری سونپ دی۔ لیکن دورانِ عبادت پادری نے جیل کے انتظامی سربراہ کی نوجوان بیٹی سے ناجائز تعلقات قائم کر لیے، یہاں تک کہ اُسے بہلا پھسلا کر اُس سے بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھا۔ جب جیلر کو "ویلنٹائن" کی اس ذلیل حرکت کا پتہ چلا تو اُسے بہت دکھ ہوا۔ اُس نے عدالت میں اس پادری پر بدکاری کا مقدمہ درج کروا دیا۔ جرم ثابت ہونے پر عدالت نے "ویلنٹائن" کو سزائے موت سنائی۔ سزائے موت سے قبل ویلنٹائن نے کسی طرح رشوت دے کر جیلر کی بیٹی کو ایک کاغذ کی چٹ بھجی جس پر لکھا تھا۔ "from your Valentine..." یعنی اپنے سفلی جذبات اور محبت کے پیش منظر میں اپنے برے انجام کا اظہار کیا۔ بالآخر اُسے سزائے موت دے دی گئی۔ اُس دن فروری کی 14 تاریخ تھی۔ اگلے سال روم کے کچھ لوگوں نے اُس بدکار پادری کو مظلوم گردانتے ہوئے 14 فروری کو اُس کے نام سے "ویلنٹائن ڈے" منانے کا اعلان کیا۔ تب سے یہ دن ہر سال یورپی ثقافت کے طور پر منایا جاتا رہا۔ 1415ء میں "ڈیوک" نامی عیسائی نے اس پادری "Valentine" کی یاد مزید تازہ کرنے کے لیے "ویلنٹائن کارڈ" جاری کیے جس پر دل کی تصویر بنی ہوئی تھی اور ایک نوجوان لڑکا جھک کر ایک نوجوان لڑکی کو محبت کا اظہار کرتے ہوئے پھول پیش کر رہا ہے۔ ویلنٹائن ڈے کی ترویج کا اصل مقصد پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں ستر و حجاب کا خاتمہ کر کے بے حیائی پر مبنی یورپی اور امریکی کلچر کو عام کرنا

"حقوق نسواں" کے نام پر ہم مسلمانوں کے (تقریباً تمام مسلمان ممالک میں) معاشرتی نظام کو جو خوش قسمتی سے اب تک بچا ہوا ہے، تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ طاغوت دباؤ کے ذریعے اور ہمارے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے ہماری عائلی اقدار کو ملیا میٹ کرنے کے درپے ہے۔ اُسے ہم مسلمانوں کی مذہبی رسومات سے کوئی سروکار نہیں۔ اُس نے مسلمان ممالک میں اسلام کے معاشی نظام کی جگہ عملی طور پر یہودیوں کے سودی نظام کو نافذ اور جاری کروا دیا ہے۔ اسلام کے فوری، سستے عادلانہ نظام کی جگہ انتہائی مہنگے، طویل اور ظلم پر مبنی موجودہ عدالتی نظام کو جاہلانہ بادشاہتوں اور بعض اسلامی ممالک میں لادینی جمہوریت کے ذریعے جاری و ساری کر دیا ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں بھی کافی بگاڑ پیدا کر دیا گیا ہے۔ اب فقط مسلمانوں کا خاندانی و معاشرتی نظام باقی رہ گیا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی یہ ناپاک سوچ اور عملی کوشش ہے کہ مسلمانوں کا رہا سہا یہ نظام بھی بہر صورت ختم ہو جائے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے ہر سال 14 فروری کو مسلمان ممالک میں "ویلنٹائن ڈے" کی تشہیر اسی ناپاک سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آئیے دیکھیں کہ "ویلنٹائن ڈے" کی اصل حقیقت کیا ہے؟ "ویلنٹائن ڈے" کا پس منظر اخلاق باختہ یورپی اور امریکی تہذیب ہے، جسے آپ وہاں کا کر سچن کلچر بھی کہہ سکتے ہیں۔ "ویلنٹائن ڈے" کا پس منظر یا اصل حقیقت "ناکامی و نامرادی" ہے اور وہ یوں کہ اس دن کی نسبت ایک بدکردار پادری کی بدکاری کے ارتکاب سے وابستہ ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ روم کے حکمران کلاڈیس کو اپنی فوج بڑھانے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اپنے اس جنون کی تکمیل کے لیے اُس نے اپنی سلطنت کے نوجوانوں کی شادی پر سختی سے پابندی لگا رکھی

1957ء تک برصغیر پاک و ہند (پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش) پر دولت برطانیہ کا مکمل قبضہ ہو گیا تھا۔ کوئی بھی فاتح ملک اپنے کسی مفتوح علاقہ سے اُس وقت تک دستبردار نہیں ہوتا جب تک کوئی حقیقی مجبوری نہ ہو۔ جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم میں برطانیہ کی اپنی افرادی قوت خطرناک حد تک کم ہو گئی اور برصغیر کے لوگوں کی افرادی قوت کی (کسی بھی قیمت پر) برطانیہ کو اشد ضرورت پڑ گئی۔ اُس وقت برصغیر پاک و ہند کی دو بڑی سیاسی جماعتوں (کانگریس اور مسلم لیگ) نے دولت برطانیہ کی اس اشد ضرورت کو کیش (Cash) کروالیا اور بھارت اور پاکستان دو علیحدہ اور خود مختار ملک معرض وجود میں آ گئے۔

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں مثلاً ہندو مذہب، پارسی مذہب، چین مت، عیسائیت، یہودیت اور اسلام ان تمام مذاہب میں فقط اسلام ہی ایک ایسا یکتا، بے مثل مذہب ہے جو مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل دین بھی ہے۔ باقی تمام دھرم اپنے اپنے عقائد اور رسومات کے مطابق مذاہب ہیں اور اسلام ایک مکمل دین ہے یعنی اس میں عبادت کا طریقہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا اپنا معاشی نظام ہے، تعلیمی اور سیاسی نظام ہے، اپنا معاشرتی نظام ہے۔ انگریزوں نے جب اپنی مجبوری کے تحت ہم مسلمانوں کو آزادی دی تو ہم لوگوں پر وہ طبقہ مسلط ہو گیا جو مغربی تہذیب کا پروردہ تھا اور جاگیردارانہ پس منظر رکھتا تھا۔ اس طبقے نے وطن عزیز میں اسلام کے عدالتی نظام، تعلیمی نظام، سیاسی نظام اور معاشی نظام کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اجتماعی سطح پر نفاذ اسلام کی راہ روکتا رہا۔ اب ہمارے پاس صرف اسلام کے معاشرتی نظام کی کچھ اقدار بچی ہوئی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کا اپنا اخلاقی اور عائلی نظام مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اب وہ

جانِ مسلم کا احترام

ڈاکٹر محمد طیب خان سنگھ انٹرویو

قرآن حکیم نے سورۃ المائدہ کی آیات 27 تا 29 میں یہ واقعہ بیان کر کے ایک صالح آدمی کے طرز عمل کو بڑی خوبی کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم میں سورۃ المائدہ آیت 32 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔“ تفسیر ابن کثیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں کشت و خون اور قتل و غارت گری بڑی عام تھی، بالخصوص انہوں نے بہت سے انبیاء کا قتل کیا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق اور انسانی جان کی قدر و قیمت واضح کرنے کے لیے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل فرمایا۔ اس لیے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور نکریم ہے اور یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے نہیں تھا، اسلام کی تعلیمات کے مطابق یہ اصول ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت ہمارے لیے بھی ہے جس طرح بنی اسرائیل کے لیے تھی؟ انہوں نے فرمایا: ”ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بنی اسرائیل کے خون، اللہ کے ہاں ہمارے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں تھے۔“

رحمۃ للعالمین ﷺ نے باہمی رحمت و محبت، وحدت و اخوت کی زندہ حقیقت کو مختلف طریقوں اور تمثیلوں کے ذریعے اپنی امت کے دل و دماغ میں بٹھانے اور فکر و نظر میں سمونے کی کوشش کی، تاکہ حجت تمام ہو جائے۔ اس ضمن میں محسنِ انسانیت کے اقوال و فرامین (احادیث) اصلاح احوال کے لیے پیش خدمت ہیں۔ غور سے پڑھیے، سوچئے، سمجھئے اور دیکھئے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اور ہمیں کہاں کھڑا ہونا چاہیے۔ نبی رحمت کے فرمان عالی شان ہیں:

اسلام دینِ فطرت اور کامل ترین فطری و قدرتی مذہب ہے۔ اسلامی تعلیمات، قوانین، قواعد و ضوابط اور اصول تمام شعبہ ہائے حیات کا بخوبی احاطہ کرتے ہیں اور زندگی کے ہر رخ، ہر پہلو، ہر شعبے میں انفرادی و اجتماعی، قومی و بین الاقوامی ہر سطح پر کامل رہنمائی کرتے ہیں۔ دین اسلام اہل ایمان کو احترام آدمیت اور نکریم انسانیت بالخصوص جانِ مسلم کے تقدس کا درس دیتے ہوئے اس کی لازوال قدر و قیمت کی جانب توجہ مبذول کراتا ہے اور یہ احساس دلاتا ہے کہ دین کے مقدس ترین رشتے کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور اُن کو خوفِ خدا اور اندیشہٴ آخرت کے پیش نظر اپنے تعلقات درست رکھنے چاہئیں اور دنیا کی چند روزہ زندگی کے عارضی فوائد پر آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی اور دائمی فوائد و ثمرات کو ترجیح دینی چاہیے۔

بعض علماء کرام کی رائے ہے کہ اگر دوستی کے لحاظ سے بھائی مراد ہوں تو ان کی جمع ”اخوان“ ہوتی ہے اور اگر نسب کے اعتبار سے بھائی مراد ہوں تو اس کی جمع ”اخوة“ قرآن حکیم میں جو فرمایا گیا کہ ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گویا مسلمان آپس میں سگے بھائی ہیں۔ یاد کیجئے، وہ وقت جب اس کربہ ارض پر دنیا کا پہلا قتل ہوا، جب حضرت آدم علیہ السلام کے صالح بیٹے حضرت ہابیل کی نذر قبول ہو گئی لیکن دوسرے ظالم بیٹے قابیل کی نذر قبول نہ ہوئی تو وہ غصہ میں آ کر ہابیل کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے ارادہ قتل پر حضرت آدم علیہ السلام کے صالح بیٹے حضرت ہابیل نے کیا خوب کہا کہ ”اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے، اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، میں چاہتا ہوں میں میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے۔ پھر دوزخی بن کر رہے اور ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔“

ہے۔ یہ ہے ”ویلنٹائن ڈے“ کی اصل حقیقت۔ اس حقیقت کے آشکارا ہونے کے بعد بھی کیا ہم پاکستانی ”ویلنٹائن ڈے“ منائیں گے؟ فیصلہ غیرت مند پاکستانیوں کو فوری اور دو ٹوک انداز سے کرنا ہے۔

شیراز آف دی ویک

خبر ”ورثاءِ راضی ہوں تو ریمینڈ کیس کا حل ”قصاص“ بھی ہے“ چوہدری شجاعت

تبصرہ: ہماری سیاسی کھیپ میں کیسے کیسے چھپے رستم موجود ہیں۔ چوہدری شجاعت حسین اُس نامور سیاسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ ”اسلام پسندیدہ“ کہا، جو ہمارے ہاں دائیں بازو کے سیاست دان کہلاتے ہیں۔ چوہدری صاحب کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ لوگوں کو لال مسجد کا واقعہ رو رو کر سناتے ہیں، اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں اور مشرف کی ہٹ دھرمی کو الزام دیتے ہیں۔ لیکن حالیہ مشہور قتل کیس جو پاکستانی عوام اور امریکی حکومت کے درمیان زبردست تناؤ اور کشیدگی کا باعث بنا ہوا ہے، حضرت اُس مسئلہ کا حل یہ بتاتے ہیں کہ ورثاءِ راضی ہوں تو ریمینڈ کیس کا حل ”قصاص“ بھی ہے۔ وہ شاید اپنا جملہ کھل نہیں کر سکے وگرنہ کہہ دیتے کہ اگر ورثاءِ قصاص قبول نہ کریں تو پھر عدالت دیت کے قانون کے تحت ریمینڈ کا سر قلم کر دے۔ مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان جس کے آئین کے مطابق ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بن سکتا، اب چوہدری شجاعت جیسے عظیم دینی مفکر اس آئین کا تحفظ کریں گے۔ چوہدری صاحب اس اسلامی ریاست کے اعلیٰ ترین عہدہ پر متمکن رہ چکے ہیں اور آئندہ بھی امید سے ہیں۔ لیکن اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وزارتِ عظمیٰ اور صدارت عالیہ کے دوسرے امیدوار ان سے علم و فضل میں کم ہوں گے۔ شورشِ کشمیری کے زمانے میں سیاست طوائف کے روپ میں تماشِ بینوں میں گھری ہوئی تھی، آج کل شجاعتوں اور شریفوں میں گھری ہوئی ہے اور اُس وقت کے تماشِ بینوں کو دعائیں دے رہی ہے کہ کیسا بھلا وقت تھا وہ۔

”اے ہمارے اور ہر چیز کے رب امیں (محمدؐ) گواہی دیتا ہوں کہ سارے انسان بھائی بھائی ہیں۔“ (مسند احمد، ابوداؤد) — ”اللہ رب العزت اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔“ (مسلم، ترمذی) — ”ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ عزوجل سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اس کے عیال کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔“ (بیہقی) — ”مخلوق پر رحم کرنے والے پر رحم کرتا ہے، جو زمین پر رہتے ہیں تم ان پر رحم کرو۔ جو آسمانوں میں رہتا ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔“ (ابوداؤد، ترمذی) — ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (بخاری و مسلم) — ”تم ایسا پاؤ گے ایمان والوں کو آپس میں رحم کرتے، محبت کرتے، ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کرتے جیسے ایک جسم کا کوئی حصہ بھی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اپنے سارے جسم میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی) — ”سب مومن جسد واحد کی طرح ہیں۔ اگر ایک آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم دکھتا ہے! اور اگر سرد دکھتا ہے، تو تمام جسم دکھتا ہے۔“ (مسلم) — ”مومن، دوسرے مومن کا بھائی ہے، اس کی آنکھ ہے، اس کا راہ نما ہے۔ مومن، مومن کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، ظلم نہیں کرتا، جھوٹا وعدہ نہیں کرتا، اس کی کسی جائز، خواہش کو رد نہیں کرتا۔“ (اصول کافی) — مومن مومن کا بھائی ہے اور مسلمان تن واحد اور روح واحد کی طرح ہیں۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اگر دوسرا مسلمان بھوکا ہو تو وہ کھانا نہ کھائے۔ (اصول کافی) مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کی مدد نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس کو حقیر جانتا ہے۔ تقویٰ اس جگہ ہے (یہ فرما کر آپؐ نے سینہ مبارک کی جانب اشارہ کیا) تین مرتبہ (پھر فرمایا) انسان کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کے لیے مسلمان کی ہر چیز حرام ہے۔ اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی (مسلم) — ”مومن، مومن کے لیے مثل مکان ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔“ (تمثیل دیتے ہوئے) آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (بخاری و مسلم) — ”(سچا) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان سلامت رہے۔“ (بخاری و

مسلم) — ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے (بخاری و مسلم) — ”مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس سے ایسی چیز دور کرتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے اور اس کی غائبانہ حفاظت کرتا ہے۔“ (ترمذی و ابوداؤد) — مومن، الفت کا محل ہے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو الفت نہیں کرتا اور اس سے الفت نہیں کی جاتی۔“ (بیہقی) — اللہ عزوجل فرماتا ہے جو میری رضا کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے۔ انبیائے کرام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ (ترمذی) — قیامت کے دن اللہ رب العزت فرمائے گا میرے جلال کے پیش نظر جو آپس میں محبت رکھتے ہیں میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم) — ”جو شخص کسی معاہدہ کو قتل کرے گا (یعنی کافر، جس سے جنگ نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو) وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور جنت کی خوشبو چالیس برس کے راستے تک پہنچتی ہے۔“ (بخاری) — ”اللہ کے نزدیک ساری دنیا کا ختم ہو جانا، ایک مسلمان کے قتل ہو جانے کے مقابلے میں بے معنی اور بے حقیقت ہے۔“ (ترمذی و نسائی) — ”جب تک کوئی مسلمان خون حرام کا مرتکب نہیں ہوتا اس وقت تک دین کی وسعت و کشادگی میں رہتا ہے (یعنی اللہ عزوجل کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے)۔“ (بخاری) — ”مسلمان بندہ ہمیشہ نیکی کی طرف تیزی سے جاتا رہتا ہے جب تک قتل ناحق کا مرتکب نہیں ہوتا اور جب وہ خون حرام کا ارتکاب کر لیتا ہے تو تھک جاتا ہے (یعنی نیکی کی طرف نہیں بڑھتا)۔ (ابوداؤد) — ”جو شخص مومن کے قتل میں مدد کرے تو اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔“ (ابن ماجہ) — ”جس نے جاہلیت کی پکار پر لوگوں کو بلا یا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اگرچہ روزے رکھتا، نمازیں پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔“ (احمد و ترمذی) — رسول کریم ﷺ نے ایک بار طواف کے دوران کعبۃ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”کتنا پاکیزہ ہے تو اور کیسی خوشگوار ہے تیری فضا، کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام مگر اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے ایک مسلمان کی جان اور مال کا احترام، اللہ عزوجل کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔“ (ابن ماجہ) —

میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا اور ایسی حالت میں کہ کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت لگائی ہے، کسی کو قتل کیا ہے، کسی کو مارا پیٹا ہے، اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے ذمہ جو حق ہیں پورے ہونے سے پہلے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ لے کر اس میں ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (مسلم) — ”آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بے رخی نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ عزوجل کے بندو اسب بھائی بن کر رہو۔“ (بخاری) — نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو روزے، زکوٰۃ اور نماز سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کیوں نہیں؟ فرمایا ”دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانا، جبکہ دو آدمیوں کے درمیان فساد ڈالنا وہ افضل ہے جس سے آدمی کی تمام نیکیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔“ (ترمذی، ابوداؤد) — ہر وہ مسلم ہے جس کا ذمہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے لیا ہے تو خبردار! اللہ عزوجل اور اس کے رسولؐ کی دی ہوئی ضمانت میں غداری نہ کرو (بخاری) — ”مسلمان بھائی کا قتل تو دور کی بات ہے جو اپنے بھائی کے قتل کے ارادے سے قتل کا لفظ بھی منہ پر لائے گا وہ جہنم میں اوندھے منہ ڈالا جائے گا۔“ (ترمذی) — ”اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے۔ جب اس کو پکڑے گا تو چھوڑے گا نہیں۔“ (بخاری و مسلم) — ”ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔“ (بخاری و مسلم) — ”آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ محبت ہے۔“ (بخاری و مسلم) — ”تم میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاق اور بہترین سلوک کرنے والا ہے۔“ (بخاری و مسلم) — حضرت جزیر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے کے لیے۔ (بخاری و مسلم) ارشاد نبویؐ کا پڑھنا باعث سعادت، ان کا سمجھنا باعث ہدایت اور ان پر عمل پیرا ہونا باعث نجات ہے۔ آئیے، معاشرے میں اسم محمدؐ سے اجالا کر کے ظلمت و جاہلیت کے اندھیروں کا صفایا کریں اور گل و گلزار بنائیں، اپنا محاسبہ کریں اور اپنی نجات و شفاعت کا سامان پیدا کریں۔ آج پورے وطن عزیز بالخصوص عروس البلاد کراچی کو اسی دینی فہم و ادراک، انسانی شعور اور اخوت و بھائی چارے کی اشد ضرورت ہے۔

..... ﴿﴾

کیونکر غلط ہو سکتی تھی؟ ان کے اپنے ہی غلام اور لونڈی نے بے وفائی کرتے ہوئے انہیں شہید کر دیا۔

میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ یوں تو سارے غزوات میں شریک رہے، مگر ان کی زندگی کا یادگار سفر وہ تھا جب انہوں نے اسی سال کی عمر میں قسطنطنیہ کے جہاد میں حصہ لیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ بیمار ہو گئے۔ امیر لشکر جب عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو پوچھا کوئی ضرورت ہو تو فرما دیجیے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مسلمانوں کو میری طرف سے سلام کہو اور ان سے کہو ابو ایوب تم کو وصیت کرتے ہیں کہ تم دشمن کی آخری حد تک چلے جاؤ اور مجھے بھی ساتھ لے چلو اور قسطنطنیہ کی فصیل کے پاس مجھے دفن کر دو۔“ یہ وصیت کرنے کے بعد آپ مالک حقیقی سے جا ملے۔ مسلمانوں نے ان کی نعش وصیت کے مطابق فصیل شہر کے پاس دفن کر دی۔

ایک قسم کے عاشق وہ تھے جن کا بڑھاپا بھی وقف جہاد تھا۔ ایک قسم کے عاشق ہم ہیں جن کی جوانیاں راگ رنگ اور کوڑا کرکٹ میں گزر جاتی ہے۔ ایک وہ تھے جن کے لاشے بھی دشمن کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے۔ ایک ہم ہیں جن کا وجود زمین پر چلتے پھرتے لاشوں کی مانند ہے۔ دشمن ہماری بیٹیاں اچک لے جاتے ہیں، مگر ہمیں دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہمارے بیٹوں کو ہماری ہی زمین پر دن دیہاڑے بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے، مگر ہم قصاص تک کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

ایک وہ تھے جن کی محبت اور نفرت کا معیار اللہ کی رضا اور ناراضی تھا۔ ایک ہم ہیں جن کی محبت کا معیار دھن دولت، عہدہ، منصب، فرقہ، قبیلہ، رنگ اور زبان ہے۔ ایک وہ تھے جن کے گھروں سے شب کے سناٹے میں گریہ و بکا اور ذکر و عبادت کی آواز آتی تھی۔ ایک ہم ہیں جن کے گھر رات گئے تک موسیقی کی منحوس آوازوں سے گونجتے رہتے ہیں۔ ایک وہ تھے جو بہن اور بیٹی کی ناموس کی حفاظت کی خاطر جان تک قربان کر دیتے تھے۔ ایک ہم ہیں جو بہنوں اور بیٹیوں کی ردائے عصمت تار تار کرنے کے لیے خود بے تاب رہتے ہیں۔ ایک وہ تھے جن کے پیٹ میں غلطی سے چند مشتبہ لقمے چلے جاتے تو قے کیے بغیر انہیں سکون نہ آتا تھا۔ ایک ہم ہیں جن کا

عاشق وہ بھی تھے، عاشق ہم بھی ہیں

مولانا محمد اسلم شیخ پوری

منخور، پیسوں کا نگہبان، کمزوروں کا ساتھی اور مظلوموں کا سرپرست۔ یہ سارے عنوان آپ کی سیرت کے مختلف پہلو ہیں۔ آپ کے اصحاب نے یہ سارے پہلو تمام تر جزئیات کے ساتھ آنے والوں کے لیے اس طرح محفوظ رکھے ہیں کہ ان کے حافظے پر بھی رشک آتا ہے اور ان کے بے پناہ عشق و محبت پر بھی۔

عاشق وہ بھی تھے، عاشق ہم بھی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کا عشق ان کے عمل سے ظاہر ہوتا تھا۔ ہمارا عشق باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ انہیں بتانا نہیں پڑتا تھا کہ وہ عاشق ہیں۔ ہمیں بتانا پڑتا ہے کہ ایں جناب بھی عاشق رسول ہیں۔ بتائے بنا کسی کو پتا ہی نہیں چلتا کہ ہم بھی اپنے نہاں خانہ قلب میں یہ مقدس چنگاری رکھتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اہتمام عبادت، معاملات کی درستی، مساجد کی ظاہری اور باطنی تعمیر سے دلچسپی، جذبہ جہاد، باہمی محبت، شوق شہادت، حسن معاشرت، گناہوں سے اجتناب، اکل حرام سے پرہیز اور ہر شعبے میں اتباع سنت ان کے عشق کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتے تھے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پانچ باتیں سارے صحابہ اور تابعین میں مشترکہ طور پر پائی جاتی تھیں۔ جماعت کا التزام، سنت کی اتباع، مساجد کی تعمیر، قرآن کی تلاوت اور جہاد فی سبیل اللہ۔“

جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا یہ عالم تھا مرد تو مرد، عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہ رہتی تھیں۔ ایک موقع پر حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی کہ میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید مجھے درجہ شہادت حاصل ہو جائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”گھر ہی میں رہو، اللہ تمہیں وہیں شہادت دے گا۔“ یہ معجزانہ پیش گوئی

بارہ ربیع الاول گزر چکا۔ اظہار محبت کرنے والوں نے اپنے اپنے انداز میں اظہار محبت کر دیا۔ جلوس نکالے گئے۔ شرکائے جلوس نے جو شیلے نعرے لگا کر درود پوار ہلا دیئے۔ سرکاری اور نجی دفاتر پر چراغاں کیا گیا۔ پورے پورے شہر کو جھنڈوں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا۔ محافل نعت کا انعقاد ہوا۔ مشہور نعت خوانوں نے اپنے سوز اور ساز سے سماں باندھ دیا۔ سننے والے جھوم اٹھے اور تاحر جھومتے رہے۔ مقررین اور واعظین کی شیریں بیانی اور شعلہ نوائی نے سامعین کو تڑپا کر رکھ دیا۔

ابھی یہ سلسلہ بہت دن، بلکہ کئی ہفتے جاری رہے گا، کیونکہ اکثر ادارے اور جماعتیں کسی نہ کسی عنوان سے اس تاریخی مہینے میں سروردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں تقریب کا انعقاد ضروری سمجھتے ہیں، مگر صاحب نظر دوستو! انصاف کی بات کیجیے گا کیا صرف جلسے اور جلوس، چراغاں اور شیرینی، نعتوں اور تقریروں، جھنڈوں اور بیڑوں، اونچے بولوں اور نعروں سے تاریخ انسانی کے اس عظیم ترین انسان کی یاد کا حق ادا ہو گیا جس کی زندگی کا ہر پہلو بے مثال تھا؟ بچپن اور جوانی تجارت اور سیاست، خطابت اور تعلیم و تربیت، سیرت اور صورت، غرضیکہ ہر پہلو ہی بے نظیر تھا۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا انسان فیصلہ نہیں کر پاتا کہ آپ کو کون سے پہلو کے اعتبار سے بے مثال کہوں؟

معصوم بچپن، بے داغ جوانی، خوش مزاج شوہر، دیانت دار تاجر، سادگی پسند فرمانروا، جرات مند سپہ سالار، رحمدل فاتح، انسانی نفسیات پر نظر رکھنے والا خطیب، درد مند مصلح، شب بیدار عابد و زاہد، دونوں ہاتھوں سے دوستوں اور ضرورت مندوں پر لٹانے والا غنی، بیواؤں کا

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام دو روزہ

سالانہ محاضرات قرآنی

بعض

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی دینی اور ملی خدمات

ان شاء اللہ العزیز

بتاریخ: 19-20 مارچ 2011ء (بروز ہفتہ - اتوار)

مقام: قرآن آڈیٹوریم، 191 راتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

(بعد نماز مغرب)

متوقع مقررین حضرات:

- ڈاکٹر سید سلمان ندوی — خلف الرشید علامہ سید سلیمان ندوی، ڈربن، ساؤتھ افریقہ
- ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار — چیئر مین القرآن سوسائٹی لندن
- ڈاکٹر ممتاز احمد — صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- علامہ ابوعمار زاہد الراشدی — رئیس التحریر ماہنامہ الشریعہ
- حافظ عاکف سعید — امیر تنظیم اسلامی
- ڈاکٹر سہیل عمر — ناظم اقبال اکیڈمی، لاہور
- ڈاکٹر باسط بلال کوشل — پروفیسر لمز یونیورسٹی، لاہور
- سلیم منصور خالد — منصورہ، لاہور
- ڈاکٹر سعد صدیقی — شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی
- ڈاکٹر زاہد منیر عامر — اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی — ودیگر مقررین

الداعی: ڈاکٹر ابصار احمد، صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

فون: 3-35869501، فیکس: 35834000، ای میل: anjuman@tanzeem.org

لباس، جن کی غذا، جن کی گاڑی، جن کا بنگلہ، کروفر، سیرپاٹے اور شان و شوکت..... سب رزق حرام کے کرشمے ہیں۔

ایک وہ تھے جو اتباع سنت کے ذریعے ہر دن اور ہر رات ”بشیر میلاد“ مناتے تھے۔ ایک ہم ہیں جو سال بھر میں ایک بار چند ظاہری رسمیں ادا کر کے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ تھے جن کے دل عشق رسالت مآب سے چمکتے اور مہکتے تھے۔ ایک ہم ہیں جن کو کوشیاں اور دفاتر تقموموں سے روشن ہوتے ہیں، مگر دلوں میں ایسی ظلمت کا راج ہوتا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا۔ ایک وہ تھے جو آپس میں مہربان اور دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار تھے۔ ایک ہم ہیں جو باہم دست و گریباں اور دشمن کے لیے ریشہ منگنی ہیں۔

نہیں دوستو نہیں! کسی کے عشق و محبت کا انکار مقصود نہیں۔ یقیناً عاشق ہم بھی ہیں، وہ بھی تھے مگر بہت فرق ہے۔ بہت فاصلہ ہے۔ بہت بعد ہے۔ شاید اتنا جتنا مشرق و مغرب میں ہے۔ شاید اس سے بھی زیادہ۔ اپنے عشق کو معتبر بنانے کے لیے ہمیں عشق صحابہ کو معیار تسلیم کرنا ہوگا۔ یہی معیار سچا بھی ہے اور کامل بھی۔ باقی سب باتیں ہیں۔ ڈائیلاگ ہیں۔ لفاظی ہے۔ نعرے ہیں۔ دعوے ہیں۔ کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر!

(بشکریہ ہفت روزہ ”ضرب مومن“)

..... ﴿﴾

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ﴿﴾ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ﴿﴾ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- ﴿﴾ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

- (1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
- (2) عربی گرامر کورس (III-II-I)
- (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپیکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36- کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

ہوا۔ باقی پروگرامات بھی وہیں پر منعقد ہوئے۔ کھانے کے بعد قاضی فضل حکیم نے ”بچوں کی نشوونما“ کے موضوع پر گفتگو کی اور واضح کیا کہ اُن کی نشوونما کے دوران کن چیزوں اور مراحل کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں خوشگلی سے آئے ہوئے رفیق محمد حامد نے ”شادی اور میت کے شرعی احکام“ بیان کیے۔ ڈاکٹر محمد زبیر نے ”گھریلو آسره، تعارف اور نصاب“ کے حوالے سے سہل اور ہلکے پھلکے انداز میں سمجھایا اور اس کی اہمیت اور فوائد بیان کیے۔ اس کے بعد امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد اور ناظم حلقہ خورشید انجم نے باری باری اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آرام کے لیے وقفہ کیا گیا۔ اگلی صبح رفقہا بیدار ہوئے تو بعد نماز فجر ڈاکٹر وقار الدین نے مسجد میں ”گھریلو زندگی پر میڈیا کے مہلک اثرات اور ان کا تدارک“ کے موضوع پر بیان کیا۔ ناشتے کے بعد واہ کینٹ سے آئے ہوئے رفیق جناب شفاء اللہ نے ”نیک شوہر“ کے حوالے سے گفتگو کی اور سمجھایا کہ شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک ہمدرد دوست اور ایک رحم دل انسان کی طرح گھر میں وقت گزارے۔ انہوں نے مختلف واقعات اور مثالوں کے ذریعے واضح کیا کہ کس طرح بیوی کا دل چھوٹی چھوٹی باتوں سے جیت کر اس سے بڑے بڑے کام لیے جاسکتے ہیں۔ آخر میں قاضی فضل حکیم نے شرکاء کا تفصیلی تعارف کروایا اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس شب بیداری میں 25 رفقہا نے شرکت کی۔

(مرتب: محمد سعید قریشی نورالاقادیر)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام تعارفی کیمپ

5 فروری 2011ء کو تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام مقامی تنظیم کو رنگی غربی کے علاقے ناصر کالونی میں ایک تعارفی کیمپ لگایا گیا۔ حلقہ کی آٹھ تنظیم میں سے چار کے رفقہا نے اس کیمپ میں شرکت کی۔ اس سلسلے میں کو رنگی غربی تنظیم کے رفقہا نے خصوصی محنت کی۔ پروگرام سے چار روز قبل چند مقامات پر دعوتی بینرز آویزاں کیے گئے اور ایک روز قبل مساجد میں نماز جمعہ کے بعد ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ علاقے میں کام کے لئے آٹھ زون بنائے گئے۔ ہرزون کے لئے ایک رہبر کا تعین کیا گیا۔ مقررہ دن اکثر رفقہا سہ پہر ساڑھے تین بجے کیمپ میں پہنچ گئے۔ کو رنگی شرقی تنظیم کے امیر انجینئر نعمان اختر نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور ہدایت کی کہ ہم سب اپنی اپنی نیوٹوں کا جائزہ لیں۔ ہمارے پیش نظر صرف اور صرف رضائے الہی ہو۔ اس کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ اس کے بعد شاہ فیصل تنظیم کے رفیق راشد حسین شاہ نے ”دعوت کی اہمیت و فضیلت“ پر روشنی ڈالی اور گشت کے آداب کی یاد دہانی کرائی۔ ہرزون میں رہبر اور اُس کے آٹھ رفقہا نے دعوتی کام کیا۔ نماز عصر رفقہا نے اپنے اپنے زون میں ادا کی۔ نماز کی ادا ہو گئی کے بعد مساجد کے باہر کارز میننگز کی گئیں۔ بعد ازاں رفقہا نے گھر گھر جا کر دعوت دی۔ اس دوران 2,000 ہینڈ بل، دعوتی بروشرز، بیٹاق اور ندائے خلافت کے سابقہ شمارے تقسیم کیے گئے۔ اس دعوتی کام سے جو بھی ٹیم فارغ ہو کر اجتماع گاہ پہنچی اُس کو اجتماع گاہ کے قریب سڑک کے کنارے پلے کارڈ کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا، جن پر ”توبہ کی منادی“ کے حوالے سے مختلف عبارات درج تھیں۔

نماز مغرب کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز قاری محمد صدیق کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ انجینئر نوید احمد نے ”تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور ہماری ذمہ داری“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ناموس رسالت کا تحفظ ہر مسلمان کی ایمانی ذمہ داری ہے۔ یہ ہر مسلمان کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ ہمارا ایمان اس وقت تک کھل نہیں ہو سکتا کہ جب تک ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے اپنی جان، مال اور تمام رشتہ داروں سے بڑھ کر محبت نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت نے جان بوجھ کر ناموس رسالت کے

ماہ جنوری کے دوران امیر حلقہ جنوبی پنجاب کی سرگرمیاں

ماہ جنوری کے دوران امیر حلقہ جنوبی پنجاب کی جو دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں رہیں، اُن کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

2 جنوری: امیر حلقہ کی مقامی امراء تنظیم کے ساتھ ماہانہ میٹنگ ہوئی، جس میں انہوں نے سابقہ ماہ کی کارگزاری اور تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔ قانون تحفظ ناموس رسالت سے متعلق مرکز کی جانب سے دی گئی ہدایات امراء تک پہنچائیں اور اتفاق میں اضافہ کی ترغیب دی، نیز حلقہ کی سطح پر ”فہم دین پروگرام برائے امراء و نقباء“ طے کیا گیا۔

16 جنوری: حلقہ کی سطح پر امراء و نقباء کے لیے قرآن اکیڈمی ملتان میں فہم دین پروگرام منعقد ہوا، جس میں 15 امراء تنظیم، 20 نقباء اور 6 رفقہا نے شرکت کی۔ انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے اس پروگرام کو کنڈکٹ کیا۔ پروگرام کا آغاز صبح 9 بجے ہوا اور یہ 1 بجے اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں لیہ، خانیوال، غازی پور اور ملتان شہر کی تنظیم کے امراء و نقباء اور رفقہا نے شرکت کی۔

18 جنوری: امیر حلقہ نے ایک مقامی آسره کے نقیب مدثر لطیف کے قائم کردہ ”الہدی سٹوڈنٹ ہاسٹل“ میں طلبہ سے دعوت و اقامت دین کے موضوع پر خطاب کیا۔

23 جنوری: امیر حلقہ ماہانہ درس قرآن کے لیے غازی پور تشریف لے گئے۔ انہوں نے جامع مسجد قاضیاں والی میں درس قرآن دیا۔ بعد نماز مغرب انہوں نے تنظیم اسلامی ملتان شہر کی ماہانہ شب بیداری میں درس قرآن دیا۔

26 جنوری: حلقہ کے دفتر میں تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقہا کے ساتھ امیر حلقہ کی نشست ہوئی۔ جس میں باہمی تعارف کے علاوہ امیر تنظیم اور بانی تنظیم اسلامی کے تعارف کی غرض سے اُن کے حالات زندگی بیان کیے گئے۔ اس پروگرام میں 15 رفقہا نے شرکت کی۔

29 جنوری: امیر حلقہ نے قرآن اکیڈمی کی ترجمہ و تفسیر قرآن کلاس کی اختتامی تقریب سے خطاب کیا۔

30 جنوری: مرکز سے امیر محترم کے حکم پر 30 جنوری 2011ء کو تحریک تحفظ ناموس رسالت کے زیر اہتمام لاہور میں ہونے والے جلسہ میں شرکت کے لیے، حلقہ سے تقریباً 100 رفقہا بعد نماز فجر ملتان سے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ وہاڑی اور لیہ کے رفقہا اور منفرد رفقہا اپنے طور پر لاہور پہنچے۔ کچھ رفقہا ذاتی گاڑیوں کے ذریعے پہنچے۔ تمام رفقہا دن 2 بجے ناصر باغ میں پہنچ گئے اور ریلی میں شریک ہوئے۔ شام ساڑھے پانچ بجے لاہور سے واپسی ہوئی، اور رات ڈیڑھ بجے بخیر و عافیت اپنے اپنے گھروں کو پہنچے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

15 جنوری 2011ء بعد نماز عصر تنظیم اسلامی نوشہرہ کا شب بیداری پروگرام ہمدرد ویلفیئر سنٹر بدرشی میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے لیے ایک ہفتہ پہلے رفقہا و احباب کو باقاعدہ دعوت دی گئی تھی۔ رفقہا و احباب کی آمد اور تعارف کے بعد ابتدائی نشست بعد نماز مغرب قریبی مسجد بلالؓ میں ہوئی، جس کے لیے مردان سے ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو دعوت خطاب دی گئی تھی۔ اُن کا موضوع تھا: ”گھریلو زندگی: قرآن و سنت کی روشنی میں“۔ اس اجتماع کے لیے بدرشی گاؤں میں مختلف مقامات پر بینرز بھی لگائے گئے تھے۔ مسجد کے باہر شامل بھی لگایا گیا تھا۔ یہ اپنی نوعیت کا بھرپور عوامی اجتماع تھا، جس میں 100 کے قریب افراد نے شرکت کی۔ بیان کے بعد عشاء کی نماز اسی مسجد میں ادا کی گئی۔ بعد ازاں رات کا کھانا ہمدرد ویلفیئر سنٹر میں

ضرورت رشتہ

☆ انگلینڈ میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے بیٹوں عمر 21 سال، تعلیم بی ایس سی کمپیوٹر سائنس — اور عمر 22 سال، تعلیم بی ایس سی کمپیوٹر سائنس (جاری) کے لیے حافظہ قرآن، گریجویٹ ایم اے اسلامیات دینی کورس کی حامل، لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0336-4742064

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائس فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم میکینیکل انجینئر، اٹاک انرجی میں ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل ایم ایس سی یا ایم بی اے لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0323-4950265 / 042)35151062

☆ لاہور کے رہائشی دینی مزاج کے حامل شخص، عمر 36 سال، تعلیم بی ایس سی، ایم اے اسلامیات کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4204090

☆ اسلام آباد میں مقیم مغل فیملی کو اپنی دو باپردہ بیٹیوں، عمر 27 سال، تعلیم ایم فل فزکس واہ کینٹ میں لیکچرار — اور عمر 22 سال، تعلیم بی اے ڈپلومہ انٹری ڈیزائننگ کے لیے اسلام آباد، راولپنڈی یا واہ سے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0312-5022269

☆ اسلام آباد میں مقیم مغل فیملی کے اپنے دو انجینئر برسر روزگار بیٹوں عمریں بالترتیب 26 سال اور 24 سال کے لیے خوبصورت اور خوب سیرت تعلیم یافتہ دینی مزاج کی حامل لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0312-5022269

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق نسیم فاروقی کی والدہ رحلت فرمائیں
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق مشتاق حسین کے والد انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (نیو کراچی) کے ملتزم رفیق اظہر وقاص کے دادا وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (وسطی) کے رفیق آصف ہیرانی کی دادی رحلت فرمائیں
- حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق عاقل خان کے شیرخوار پوتے کا انتقال ہو گیا
- ناظم حلقہ گجرانوالہ شاہد رضا کی پھوپھی وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے رفیق محمد امانت وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے رفیق مشتاق احمد راٹھور کی والدہ وفات پا گئیں
- اسرہ کلپانی کے رفیق امیر زیب کی چچی بقضائے الہی وفات پا گئیں
- اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پرسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللهم اغفر لهم وارحمهم وادخلهم في رحمتك وحاسبهم حسابا يسيرا

مسئلہ کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ امریکی ایجنڈے کے تحت ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد امریکہ بہادر کی طرف سے ہمیں چھ اہداف دیے گئے تھے۔ ایک ہدف یہ تھا کہ قانون ناموس رسالت میں ترمیم کر دی جائے۔ ہماری موجودہ حکومت بھی روز اول سے انہی اہداف کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بفضلہ تعالیٰ اس شر سے بھی یہ خیر برآمد ہوا کہ تمام مکاتب فکر متحد ہو گئے ہیں، اور انہوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ایک زبردست تحریک چلائی۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ہمارے یہ حکمران آسمان سے نہیں ٹپک پڑے ہیں، بلکہ یہ ہمارے اعمال ہیں کہ جن کی سزا میں اللہ نے ان کو ہم پر مسلط کر دیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اللہ کے حضور میں سچے دل سے توبہ کریں اور جہاں تک ہو سکے خود بھی اللہ کے دین پر عمل کریں اور پھر یہ کہ اجتماعی زندگی میں اس کے قیام و نفاذ کے لیے ایک منظم تحریک برپا کرنے کے لیے کوشاں ہوں۔ انہوں نے واضح کیا کہ جب تک اللہ کا عطا کردہ دین قائم نہیں ہو جاتا، ہم اسی طرح کی پریشانیوں میں مبتلا رہیں گے۔ اللہ کا دین محض دعاؤں یا وعظ و نصیحت یا انتخابات میں حصہ لینے سے غالب نہیں ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں پرامن اور منظم ایسی ٹیمیں کرنا ہوں گی۔ کئی ممالک میں یہ طریقہ کار کامیاب ہو چکا ہے۔ نوید صاحب نے اسلامی نظام کی برکات بتائیں اور اس کے قیام کے لیے منج انقلاب نبوی ﷺ کو مختصر بیان کیا اور موجودہ حالات میں اس نظام کے قیام کے لیے تنظیم اسلامی کی جدوجہد پر روشنی ڈالی۔ آخر میں کورنگی کراسنگ میں واقع جامع مسجد ابو بکر کے امام مولانا غلام حسن صاحب سے دعا کی درخواست کی گئی۔ انہوں نے دعا سے قبل اس پروگرام کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ مرحوم ڈاکٹر اسرار احمد کو فریق رحمت کرے، جو اپنے پیچھے ایسے باصلاحیت شاگرد چھوڑ گئے ہیں جو دین کی صحیح تعلیم عام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دعا کی کہ تنظیم اسلامی کا یہ قافلہ یوں ہی پھلتا پھولتا رہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اس موقع پر تنظیم کی مطبوعات کا اشال بھی لگایا گیا تھا، جس سے شرکاء نے بھرپور استفادہ کیا۔ بہت سے احباب نے کوائف فارم پُر کر کے اس خواہش کا اظہار کیا کہ انہیں آئندہ بھی اس قسم کے پروگرام کی اطلاع دی جائے۔ اس پروگرام میں تقریباً 70 رفقاء، 180 احباب اور 15 خواتین نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ تنظیم اور تمام شرکاء کی محنت و تعاون کو قبول فرمائے اور ہم سب کو قامت دین کی جدوجہد میں خلوص اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: محمد سہیل)

☆☆☆

بقیہ غلبہ دین کی جدوجہد.....

نظام عدل اجتماعی قائم کریں اور دنیا کو جنت نظیر بنائیں۔ تب ہماری زبان کو زیب دے گا کہ ہم کہیں۔

سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دہگیری کی

باطل نظام کے خاتمہ اور نظام حق کے غلبہ کی جدوجہد ہمارا دینی فریضہ ہے۔ یہ آپ کی مستقل سنت بھی ہے۔ اگر ہم اس کے لیے تیار نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کیے نظام کی بجائے باغیانہ نظام ہی کو سینے سے لگائے رکھنے پر مصر ہیں اور اس کے باوجود عشق رسول کا دعویٰ ہے، تو پھر ہمیں اس پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ کہیں ہم اپنے آپ کو دھوکہ تو نہیں دے رہے ہیں۔ اور یہ خود فریبی ہمیں کسی بڑے خسارے سے دوچار نہ کر دے۔

☆☆☆

have never expected anything from them.

A revolution means destruction of one system and enactment of another. Without destruction, there is no revolution. This need not be violent, but the entire state apparatus has to be drastically re-formed in order for a revolution to take place. This means a change of rules; a change of procedures; and a change of those who sit in high offices. This is what Egypt's youth is craving for. Now, for the sixteenth day in a row, they are still out there, chanting slogans, braving teargas and bullets and midnight knocks but the western world is increasingly becoming callous to these brave young men who are angry but not angry enough. They want a change but don't yet know how. Who are out there, shaking off their fear with which they were born --- it has been thirty years!

As these words are being written, there is one significant change taking place. Young men and women have moved out of Tahreer square and have arrived where they should have been in the first place: in front of the parliament building. If they succeed in reaching the presidential palace, then a helicopter is bound to appear to take the 30-year-old terror out of Egypt. But even that will not be enough as the next in line is of the same mould, unless the helicopter is big enough to take them all!

This will, however, still not be enough as it is not just one, two or ten persons; it is the entire rotten system, built by these men who have made Egypt an American colony that needs to go. And that system is thirty long years old, with its steel nails reaching down to the lowest policeman who makes his living by taking bribes and who goes on the streets to terrorize people. That system is surely shaking, but Egypt's stolen revolution yearns for a leader to appear on the scene. This may not be impossible as the youth learns to rely on its own wisdom rather than finding wise old men who cannot even imagine a future without the "fatherly figure" they are supposed to remove from the scene.

Uncertain as Egypt's future now looks, this stolen revolution is also bound to produce waves all across the Middle East and even beyond. Only time will tell what kind of waves will appear from Cairo during the next few days, but no one should think that Egypt will remain the same, even if its revolution is stolen.

(Courtesy: daily "The News")

بقیہ منبر و محراب

ہیں۔ ان کی ابتدا بالعموم امراء سے ہوتی ہے، مگر پھر یہ social compulsion جاتی ہیں، جن کی وجہ سے ہر خاص و عام ان کی ادائیگی کو ناگزیر خیال کرتا ہے۔ ان رسومات کا تعلق شادی بیاہ، پیدائش اور موت مرگ سے ہے۔ ان رسوں پر کھاتے پیتے لوگ مسرفانہ انداز سے خرچ کرتے ہیں۔ جب عوام ان کی بیروی کرتے ہیں تو ان پر ناروا بوجھ پڑتا ہے اور ان کی کمریں دوہری ہوتی جاتی ہیں۔ والد محترم نے بہت عرصہ پہلے شادی بیاہ کے ضمن میں ایک اصلاحی تحریک اسی لیے شروع کی تھی تاکہ نکاح کو سادہ اور آسان بنایا جائے۔ اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بے حد سادہ رکھا ہے۔ مسنون نکاح کے تحت لڑکی والوں پر ایک پیسے کا بھی بوجھ نہیں پڑتا۔ جہیز نام کی کوئی چیز اسلام میں ہے ہی نہیں۔ صرف تقریب نکاح ہے اور اس کا انعقاد بھی مسجد میں ہوتا ہے۔ دوسری تقریب ولیمہ کی ہے اور اس کا اہتمام لڑکے والوں کے ذمہ ہے اور بس۔ لیکن ہم نے شادی کو انتہائی مشکل بنا دیا۔ یہی حال موت مرگ کے بعد کی رسومات کا ہے۔ جس گھر میں موت مرگ ہو جاتی ہے، وہاں تو غم کا پہاڑ ٹوٹا ہوتا ہے۔ مگر گھر والوں کو سوگم اور چہلم کی فکر پڑی ہوتی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ کیا ہمیں ان چیزوں کی تعلیم اسلام نے دی ہے؟ ظاہر ہے، ایسا نہیں ہے۔ اسلام نے شادی بیاہ اور موت مرگ کے حوالے سے سادگی کی تعلیم دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ان چیزوں سے چھٹکارا دلا گئے تھے مگر افسوس کہ ہم نے پھر سے یہ طوق اپنے گلے میں ڈال دیئے ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ لَا أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

(الاعراف)

”تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے

ساتھ نازل ہوا ہے اس کی بیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔“

اس آخری حصے کی وضاحت ان شاء اللہ آئندہ خطاب جمعہ میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں نبی کریم ﷺ کے سچے امتیوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

EGYPT'S STOLEN "REVOLUTION"

Cairo's Tahreer Square is fast losing its appeal for the western media. In Pakistan, there has been little awareness of the momentous events unfolding in Egypt. The Arab world is seized by it, but mostly because of Al-Jazeera and because of the possible implications it carries for the dictators who rule it. Yet, for all practical purposes, Egypt's youth has become hostage to those who have stolen its revolution.

What started rather abruptly saw some of the best on-site reporting. The use of the internet and Facebook also took a new turn. Together, they produced stunning images and captivating narratives during the last three weeks. These can easily be called the best of what has appeared in the media in recent years. But is that all? Is this the end of this strange uprising which has been called a revolution?

To be sure, a revolution it is not. Anyone serious enough to look up the word "revolution" in a dictionary is bound to find its use problematic for what took place in Tunis and what is taking place in Egypt. To be honest, one cannot speak of the Tunisian or the Egyptian "revolutions" in the same manner in which one speaks of the French Revolution (1789-1799); the Russian Revolution (1917); and the Chinese Revolution (1927-1949). True, there is a certain amount of energy akin to a revolutionary zeal, but Cairo's Tahreer Square has nothing in common with any known revolution in history. It is a mass of oppressed people who have found a voice, but the best a mass of vocal people without a revolutionary leadership can hope to do is bring down one dictator and replace him with another face. That is exactly what happened in Tunis

and that, sadly, may be the end of this saga in Egypt. Yet, one hopes it will not end with a whimper.

Initially, there were comparisons with the fall of the Berlin Wall, but soon, those were set aside and focus shifted to violence and the death of as many as 302 people. But the blood has hardly dried and the western media has already found other topics more appealing. Or is it Mr. Obama and Ms. Clinton who have finally put a gag on the sound and the fury?

No matter how one looks at these tremendous events, there is no better proof of the west's hypocrisy, that is, if one needs one more proof. From Washington to Bonn, there has been a unanimous display of the same double standards one is loath to repeat. Ultimately, the script reads: "Democracy must remain a catchword for the Muslim world, but it must never be put in place. If one ex air-force general, Mubarak, is in danger, find another ex intelligence general, Suleiman, who can take over and safeguard our interests." No wonder, Fox News has already raised flags about the Muslim Brotherhood just about to take over America's key partner in the Middle East!

There is nothing new in these double standards. Anyone who has studied American foreign policy already knows this. But this time around, it is particularly painful because the youth in Egypt has put all it has on line for a change that they cannot seem to bring about because there is no leadership. The so-called "wise elders" they initially found turned out to be such a disappointment for them, although if one had just looked them up on the internet, one would